هر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے

1128

بچوں کا اسلام

اتوار
۲۰ رمضان کریم ۱۴۴۵ھ
مطابق ۳۱ مارچ ۲۰۲۴ء

پاکستان کا سب سے زیادہ شائع ہونے والا بچوں کا مقبول ترین ہفت روزہ

مدیر کا رنج

ہمّت کا پہاڑ

شب سے اُٹھتے ہیں
جو جانا دور ہوتا ہے!

قیمت: ۴۰ روپے

اللہ کے نبی تکلف نہیں کرتے!

القرآن

آپ فرما دیجیے میں اُس (دین کی دعوت و تبلیغ) پر تم (عوام) سے کسی معاوضہ کا طلب گار نہیں ہوں اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں، یہ قرآن تو جہاں والوں کے لیے نصیحت ہے اور تم کچھ مدت کے بعد اس کا حال ضرور جان لوگے۔

(سورۂ ص: آیت ۸۵ تا ۸۸)

عبادت میں تکلف نہیں!

الحدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو اس وقت میرے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ فلاں عورت ہے جو کثرت سے نماز پڑھتی ہے اور عبادت کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس بات کو چھوڑو، اتنی ہی عبادت کرو جتنی تمھاری طاقت ہے، اللہ کی قسم! اللہ تنگ نہیں آتا یہاں تک کہ تم خود ہی تنگ آجاتے ہو، اللہ کو وہی عمل زیادہ محبوب ہے جس پر مداومت کی جائے۔ (بخاری)

مدیر کا رنج

دستک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

اللہ رب العزت کا بہت شکر ہے کہ ایک بار پھر ہم سب کو رمضان کریم عطا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس مہمان کی شایانِ شان قدردانی کرنے کی سعادت نصیب فرمائے، آمین!

پچھلے ہفتے بات چل رہی تھی ڈاک کھولنے کی۔ ہم بتا رہے تھے کہ ڈاک کھولتے تحریریں پڑھتے کب ظہر کا وقت، عصر میں داخل ہوا پتا ہی نہ چلا۔

اور اُس وقت ہم پر ایک ہولناک انکشاف ہوا۔

وہ یہ کہ کئی گھنٹے سر کھپانے کے باوجود تازہ ترین ڈاک سے ایک تحریر بھی تو کام کی نہ مل سکی تھی۔

یعنی اندازہ کیجیے کہ میز کے اوپر پندرہ بیس کلو ڈاک کا انبار کم ہوتے ہوتے ختم ہونے پر آ گیا تھا مگر ابھی تک اُس دن کی ڈاک کا ''صدقہ'' ہمیں نہیں مل سکا تھا۔

بس میز کے اوپر سے انبار سرک سرک کے میز کے نیچے جمع ہوتا جا رہا تھا۔

لیکن تا کجے؟

آخر ردی کی ٹوکری کا پیٹ بھی بھر گیا اور وہ تحریروں سے چھلکنے لگی۔

یقین کیجیے، ایسا پر ینک کافی عرصے کے بعد ہمارے ساتھ ہوا تھا۔

عموماً ہم پندرہ دن میں ڈاک کھول لیتے ہیں۔ جس دن ڈاک کھولی جاتی ہے، اس دن کوئی اور کام نہیں ہو پاتا۔ پورا دن لگ جاتا ہے، بلکہ کبھی کبھی تو ڈاک سمیٹتے سمیٹتے دو دن لگ جاتے ہیں، لیکن بہرحال اِس مشقت کے بعد جب ڈاک کے صدقے کے طور پر کچھ بہت قیمتی لعل وجواہر ہمارے ہاتھ لگ جاتے ہیں تو ساری تھکن ایک پل میں اتر جاتی ہے۔

اُس دن مگر کوئی ہیرا موتی تو کیا ہاتھ لگتا، کوئی عام سا پتھر بھی ہاتھ نہ لگا۔ بس ناقابل اشاعت تحریریں تھیں جو ایک کے بعد ایک ردی کی ٹوکری کی نوالہ بنتی چلی جاتی تھیں، اور ہم رنج وغم کی کیفیت کا شکار ہوتے جاتے تھے۔

سچی بات ہے کہ جب کوئی تحریر ناقابلِ اشاعت قرار پاتی ہے تو لکھاری کو تو بعد میں دُکھ ہوتا ہے، مدیر کو پہلے اور شاید زیادہ دکھ ہوتا ہے۔

تحریر کو ردی کی ٹوکری میں ڈالنے سے پہلے کتنی ہی بار ہاتھ رک رک جاتا ہے کہ کسی طرح اتنی محنت سے لکھی گئی تحریر کو ردی کی ٹوکری سے بچا کر قابلِ اشاعت بنا لیا جائے۔

شروع شروع میں اسی خیال سے ہم مسودے جمع کرتے جاتے تھے مگر پھر جب ایک بار دفتر کا کمرہ بدلنے کا موقع آیا تو علم ہوا کہ اس چاہ میں ہم تو کئی من وزنی مسودات اپنے پاس جمع کر چکے ہیں، وہ تحریریں جنھیں ہمارے پاس آئے ہوئے بھی برسوں گزر چکے ہیں۔

آخر کار سینے پر بھاری سل رکھ کر ہم نے اُن سب کو الوداع کیا اور ہمیشہ کے لیے ردی کے قبرستان میں دفن کر دیا۔

یقین کیجیے، اُس لمحے ہمیں سکون کا ایک طویل سانس لینا نصیب ہوا۔

اُس دن یہ تجربہ ہوا کہ جو تحریر پہلی نظر میں مدیر کی توجہ نہ لے سکے، پھر وہ بعد میں بھی توجہ نہیں لے پاتی۔ برسوں گزر جاتے ہیں، یونہی رکھی کی رکھی رہ جاتی ہے۔

خیر قصہ مختصر یہ کہ اس دن ہم نے ڈاک سے بھی مایوس ہو کر کوچۂ واٹس ایپ کی راہ لی۔ وہاں محترم جاوید بسام کے کھڑکی پر دستک دی تو بجائے ان کے کسی ''کھوجی'' نے کواڑ کھولے اور ہم نے اسے ہی کان پکڑ کر شمارے کی زینت بنا لیا، پھر خان بھائی یعنی حافظ عبدالرزاق خان سے فرمائش کی کہ فوراً ایک تحریر دیں تو جانیں، انھوں نے فوراً ''منواؤ تو مانیں'' پکڑا دی۔ یونہی فرمائشیں کر کر کے ہم نے وہ شمارہ ترتیب دے ہی دیا۔

آخر میں ہم چاہتے تھے کہ 'اچھے بڑوں' کی طرح اس حوالے سے کچھ نصیحتیں بھی اپنے لکھاری بچوں کو کر دیں، مگر جگہ تمام ہو چکی، سو اگر واقعی آپ اچھے بچے ہیں تو کچھ باتوں کے لیے اگلے ہفتے کا انتظار کیجیے۔

والسلام

محمد فیصل شہزاد

امانت اس کی ادا پہ جھومے

محشر بدایونی

وہ جس پہ نازاں ہیں خود عطائیں
جو بخشے اغیار کی خطائیں
سنے جو بے کس کی التجائیں
جو خوں کے پیاسوں کو دے دعائیں
جو خلق سے دل کے زخم سی دے
جو گھپ اندھیروں کو روشنی دے
ستارے گرد اس کی رہ گزر میں
فرشتے ساتھ اس کے ہر سفر میں
محبت اس کی نظر نظر میں
دیانت اتری اسی کے گھر میں
امانت اُس کی ادا پہ جھومے
صداقت اس کی زبان چومے

مرسلہ: محمد بلال ربیع

شیرنی

انتخاب: محمد طلحہ ساجد۔ ملتان

مسلمانوں نے دمشق کا محاصرہ کیا تو شہنشاہِ روم ہرقل نے دمشق والوں کی مدد کے لیے ایک بڑا لشکر روانہ کر دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر ملی تو انھوں نے اس لشکر کو روکنے کے لیے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پانچ سو سواروں کے ساتھ روانہ کر دیا۔ حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِس مہم میں رومیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی گرفتاری کی خبر ملی تو فوراً ایک بڑی فوج کو لے کر ان کی مدد کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں انھیں سرخ رنگ کے گھوڑے پر سوار ایک نقاب پوش نظر آیا جو پوری فوج سے آگے نکل کر بہت تیزی سے میدانِ جنگ کی طرف جا رہا تھا۔

جب اسلامی لشکر رومی لشکر کے قریب پہنچا تو سب مسلمان یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ نقاب پوش اکیلا ہی نہایت دلیری سے رومی فوج سے لڑ رہا تھا۔ وہ جس طرف رخ کرتا تھا، رومیوں کو کاٹ کر رکھ دیتا تھا، انھیں زخم پر زخم لگاتا، خود بھی زخم پر زخم کھاتا تھا لیکن پیچھے ذرا بھی نہیں ہٹتا تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سپاہیوں سے اس کے بارے میں پوچھا، مگر کسی کو بھی اس کے بارے میں معلوم نہیں تھا۔ اتنے میں وہ نقاب پوش رومیوں سے لڑتا ہوا زخمی حالت میں ایک طرف نکلا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً اس کے قریب گئے اور پکار کر کہا:

”اے جانباز! تم نے جانبازی کا حق ادا کر دیا۔ تم اللہ تعالیٰ کے سامنے سرخ رو جاؤ گے۔ تم جیسے سرفروشوں کو نقاب لگانے کی ضرورت نہیں۔ اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دو تاکہ ہم دیکھ سکیں کہ تم کون ہو۔“

نقاب پوش نے ان کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بار بار پوچھا، تب اس نے کہا:

”اے امیر! میں ضرار بن ازور کی بہن خولہ بنت ازور ہوں۔ مجھے اپنے بھائی کی گرفتاری کی خبر ملی تو خود پر قابو نہ رکھ سکی اور اسے رہا کروانے کے لیے نکل پڑی۔ اب یا تو میں اسے رہا کرواؤں گی یا پھر اپنی جان قربان کر دوں گی۔“

یہ سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت حیران ہوئے۔ وہ نقاب پوش کو مرد خیال کر رہے تھے مگر وہ تو ایک خاتون تھیں۔ آپ نے فرمایا:

”جس قوم میں تم جیسی بیٹیاں ہوں، اسے کوئی قوم شکست نہیں دے سکتی۔“

یہ کہہ کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ان کے ساتھ تھیں۔ وہ اس وقت اپنے بھائی کی یاد میں درد بھرے اشعار پڑھ رہی تھیں۔ ان کے اشعار نے مسلمانوں میں جوش بھر دیا۔

اس دوران میں رومیوں کا ایک دستہ گرفتار ہو گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پوچھا تو انھوں نے بتایا:

”اس شخص کو سو سواروں کے ساتھ شہنشاہِ ہرقل کے سامنے پیش کرنے کے لیے حمص روانہ کر دیا گیا ہے۔“

یہ سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت رافع بن عمیر طائی کی قیادت میں سو سوار ان کے پیچھے روانہ کر دیے۔ حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اجازت لے کر ان کے ساتھ ہو لیں۔

کافی تلاش کے بعد انھیں وہ دستہ نظر آ گیا۔ انھوں نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو رسیوں کے ساتھ باندھ کر اونٹ پر لادا ہوا تھا۔ حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ منظر برداشت نہ ہوا اور وہ شیرنی کی طرح ان رومیوں پر ٹوٹ پڑیں۔

انھیں بڑھتے دیکھ کر سب مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ رومی ان کے مقابلے میں زیادہ دیر تک نہ ٹھہر سکے، تھوڑی ہی دیر میں سب کے سب ڈھیر ہو گئے۔ یوں حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ رومیوں کی قید سے آزاد ہو گئے۔

دونوں بہن بھائی نم آنکھوں کے ساتھ ایک دوسرے سے ملے۔ یہاں سے نکل کر یہ لوگ واپس حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلے گئے۔

[نوٹ: یہ تحریر عبداللہ فارانی کی کتاب ’روشن ستارے‘ سے اخذ کی گئی ہے۔]

☆☆☆

جنت کی خریداری

حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت بلال حبشی کو پانچ اوقیہ سونا دے کر خریدا۔ اس وقت حضرت بلال کی حالت یہ تھی انہیں پتھروں سے اس قدر مارا گیا تھا کہ وہ گویا ان پتھروں تلے دفن ہو چکے تھے۔

جب سودا طے پا گیا تو ان مشرکوں نے صدیق اکبر سے کہا کہ اگر تم اسے اس قیمت پہ لینے سے انکار کر دیتے اور صرف ایک اوقیہ قیمت لگاتے تو ہم اس قیمت پہ بھی اسے بیچ ڈالتے (یعنی ہمارے نزدیک اس غلام کی اتنی بھی قیمت نہیں تھی)

جواب میں صدیق اکبر نے فرمایا: اگر تم لوگ اسے اس قیمت پہ نا بیچتے اور اس کی قیمت سو اوقیہ سونا بھی مانگتے میں تب بھی یہ قیمت ادا کر کے اسے خرید لیتا (میرے نزدیک یہ اتنا قیمتی بندہ ہے)۔

(حلی الاولیا)

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر بچوں کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جا سکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

سالانہ زرِ تعاون: اندرون ملک 2000 روپے بیرون ملک ایک میگزین 25000 روپے دو میگزین 28000 روپے انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk

آج سے آخری عشرے کا آغاز ہو گیا تھا۔ فاطمہ افطاری سے فارغ ہو کر مغرب کی نماز پڑھ کے تلاوت کرنے بیٹھی تھی۔ چار سالہ حوریہ پاس ہی اپنے کھلونوں سے کھیلنے میں مگن تھی۔ گاہے گاہے اپنی امی کی طرف بھی دیکھ لیتی۔ حوریہ نے اپنا کچن سیٹ چھوٹی سی میز پر پھیلا رکھا تھا اور بڑی دل جمعی سے افطاری کی تیاری کر رہی تھی۔ شام کے وقت جو کچھ ماں کو کرتے دیکھا اب وہی سب کچھ خود کرنے کی کوشش میں تھی۔ ساتھ ہی اپنی توتلی زبان میں کمنٹری بھی کر رہی تھی:

''امی! میں نے چھموچے (سموسے) بنائے ہیں اول تاول بھی (اور چاول بھی)۔''

وہ اپنی چھوٹی چھوٹی دیگچیوں کے ڈھکن الٹ پلٹ کر ماں کو اطلاع دے رہی تھی۔

امی نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ اب دعا مانگ رہی تھیں۔ حوریہ اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے ہی انھیں دیکھنے لگی تاکہ وہ فارغ ہوں تو اپنا کارنامہ انھیں دکھائے اور اپنے سموسوں اور چاولوں کی تعریف بٹورے۔

امی اب دعا مانگتے مانگتے رونے لگی تھیں: ''اے اللہ! مجھے معاف کر دیجیے، اللہ! اپنی بندی کو بخش دیجیے، اللہ! مجھ پر رحم کر دیجیے۔''

حوریہ سے ماں کا رونا دیکھا نہ گیا۔ ان کے قریب ہوئی اور آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہنے لگی: ''اللہ تعالیٰ! میلی امی تو ماپ تل دونا......!''

ماما کا رونا بند نہ ہوا تو کہنے لگی: ''امی! آپ اللہ تعالیٰ سے چھولی (سوری) بول دو ناں...... پھر خود ہی اپنے کان پکڑ کے کہنے لگی: ''اللہ تعالیٰ چھولی، میلی توبا، میلی امی تو ماپ تل دو۔'' (اللہ تعالیٰ سوری، میری توبہ، میری امی کو معاف کر دو۔)

بے ساختہ فاطمہ کو ہنسی آ گئی۔ اس نے مسکرا کے اپنی معصوم سی بیٹی کو دیکھا جو اللہ کے دربار میں اس کی سفارشی بنی کھڑی تھی۔ بے اختیار اس پہ پیار آیا اور سینے سے لگا کر بھینچ لیا، اور سورہ عبس کی وہ آیتیں نظروں کے سامنے گھوم گئیں:

يَوۡمَ يَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِيۡهِ

''جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔''

وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيۡهِ ''اور اپنی ماں اور باپ سے۔''

وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيۡهِ ''اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔''

لِكُلِّ امۡرِیٴٍ مِّنۡهُمۡ يَوۡمَئِذٍ شَاۡنٌ يُّغۡنِيۡهِ ۔ ''ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اس کو اوروں کی طرف سے بے پروا کر دے گی۔

''آج والدین اولاد پر صدقے واری ہوتے ہیں اور اولاد ماں باپ پر، مگر وہ قیامت کا دن ایسا سخت اور ہولناک ہوگا کہ سب ایک دوسرے کو بھلا بیٹھیں گے۔ ہر نفس کو اپنی پڑی ہوگی۔ آج میری جان چھوٹ جائے چاہے اس کے بدلے میں ساری دنیا کیا اولاد بھی دینی پڑ جائے۔

حوریہ کی معصومیت سے بھرپور دعائیہ سفارش نے وہ سارا نقشہ ایک پل میں فاطمہ کی آنکھوں میں گھما دیا۔ بے اختیار دل سے دعا نکلی:

''اے اللہ! تو اُس دن مجھے اور میرے پورے خاندان کو اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دینا، نیک لوگوں کے گروہ میں رکھنا، داہنے ہاتھ والوں میں شامل رکھنا۔ ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہ کرنا باری تعالیٰ۔''

ننھی پری، ماں کے آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔

''امی! آپ کیوں لوئی؟''

''امی کو اللہ میاں کی ناراضی سے ڈر لگتا ہے نا بیٹا! اس لیے امی روتی ہیں۔''

''نئی لو امی! اللہ تعالیٰ بہت اچھے ہیں۔ آپ کو نئی مالیں (ماریں) گے۔''

اس نے بڑے پیار سے ماں کو تسلی دی۔ ابھی دونوں ماں بیٹی کے درمیان یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ سات سالہ عفرا بھی وہاں آ گئی۔

فاطمہ نے اس سے مخاطب ہو کر کہا: ''جاؤ بیٹا! عفان اور ارسلان کو بھی بلا لو۔ آپ سب وضو کر کے یہیں آ جائیں میرے کمرے میں۔ ہم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے۔ آج سے آخری عشرہ شروع ہو گیا ہے ناں، یہ بہت بابرکت راتیں ہیں۔ ہم ایک رات بھی ضائع نہیں کریں گے۔ صرف طاق راتوں میں ہی نہیں بلکہ ہر رات میں جاگ کر اپنے رب کی عبادت کریں گے۔ اسے راضی کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیلۃ القدر کو تلاش کریں گے۔ آپ کو پتا ہے ناں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

'جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کرے، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'

پیارے بچو! ہم سب اللہ تعالیٰ کے بہت گنہگار بندے ہیں۔ ابھی موقع ہے کہ ہم اسے راضی کریں، منائیں، جنت کا سوال کریں اور جہنم سے پناہ مانگیں۔ نجانے اگلے سال کا رمضان نصیب ہو یا نہ ہو۔''

سب آ کر بیٹھے تو فاطمہ نے کتاب کھولی اور ان سب کو ایک بہت پیاری حدیث سنانے لگی: ''آپ کو پتا ہے ناں؟ جب کسی جگہ کچھ لوگ مل کر اللہ رب العزت کا ذکر

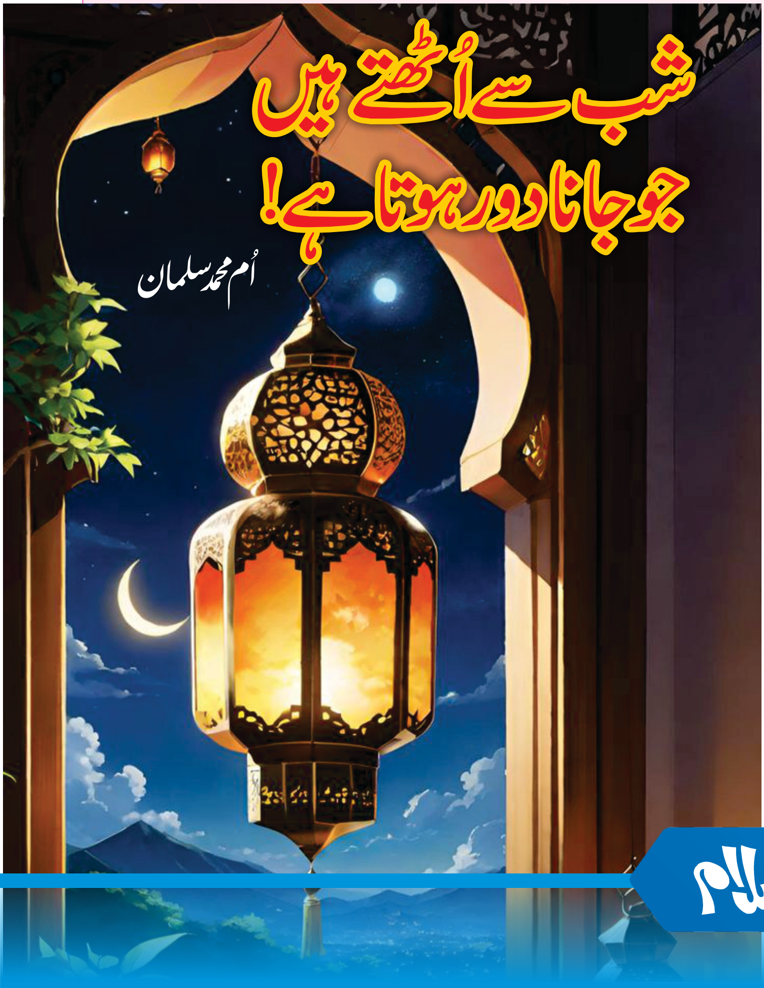

دادی جان کی باتیں

چھوٹی عمر کے بچوں کے لیے خوب صورت اور بہترین تحفے

بچوں کی دینی واخلاقی تربیت کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے، اگر ہم بچپن ہی سے اس کی فکر اور کوشش کریں گے تو کل یہی بچے اچھے مسلمان اور قوم کے معمار بن کر ہماری دنیا وآخرت کی کامیابی کا بھی ذریعہ بنیں گے۔

الحمدللہ! اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے بچوں میں اللہ کی محبت واطاعت اور اچھی عادات پیدا کرنے کے لیے یہ کتابیں تیار کی گئی ہیں۔

آپ یہ کتابیں بچوں کو دیں، انھیں پڑھ کر سنائیں اور سمجھائیں، تاکہ ہم سب اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکیں۔

4 سے 6 سال کے بچوں کے لیے

صرف 320/-

تین کتابوں کا سیٹ

خود بھی مطالعہ کیجیے اور متعلقین کو تحفے میں دے کر کتاب دوست بنائیے۔

بیت العلم (الوقف)

رابطہ نمبر: 0309-2228089، 0321-8566511 برائے تجاویز: 0322-2583196

Visit us: www.mbi.com.pk maktababaitulilm

کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو بہت اچھا لگتا ہے اور اپنے بندوں سے بہت خوش ہوتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے۔''

فاطمہ دھیرے دھیرے، دلگداز لہجے میں کتاب سے حدیث پڑھ کر سنانے لگی:

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے: فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستوں وغیرہ میں گشت کرتی رہتی ہے اور جہاں کہیں انھیں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر کرنے والے ملتے ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو بلا کر سب جمع ہوجاتے ہیں اور ذکر کرنے والوں کے گرد آسمان تک جمع ہوتے رہتے ہیں۔ جب وہ مجلس ختم ہوجاتی ہے تو وہ آسمان پر جاتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ باوجود اس کے کہ ہر چیز کو جانتے ہیں پھر بھی ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندوں کی فلاں جماعت کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح اور تکبیر اور تحمید (پاکی اور بڑائی بیان کرنے اور تعریف کرنے) میں مشغول تھے۔

ارشاد ہوتا ہے کیا اُن لوگوں نے مجھے دیکھا ہے؟ عرض کرتے ہیں یا اللہ! دیکھا تو نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا؟ عرض کرتے ہیں کہ اور بھی زیادہ عبادت میں مشغول ہوتے اور اس سے بھی زیادہ تیری تعریف اور تسبیح میں منہمک ہوتے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ جنت چاہتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کیا انھوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر دیکھ لیتے تو کیا ہوتا؟ عرض کرتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ شوق اور تمنا اور اس کی طلب میں لگ جاتے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ عرض کرتے ہیں کہ جہنم سے پناہ مانگ رہے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے کیا انھوں نے جہنم کو دیکھا ہے؟ عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں، ارشاد ہوتا ہے اگر دیکھتے تو کیا ہوتا؟ عرض کرتے ہیں اور بھی زیادہ اس سے بھاگتے اور بچنے کی کوشش کرتے۔

ارشاد ہوتا ہے: ''اچھا تم گواہ رہو کہ میں نے اس مجلس والوں کو سب کو بخش دیا۔''

ایک فرشتہ عرض کرتا ہے یا اللہ! فلاں شخص اِس مجلس میں اتفاقاً اپنی کسی ضرورت سے آیا تھا وہ اس مجلس کا شریک نہیں تھا۔''

ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جماعت ایسی مبارک ہے کہ ان کا پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا (لہٰذا اس کو بھی بخش دیا)۔'' (بخاری)

عفان جو بڑی توجہ سے حدیث سن رہا تھا، بڑے جوش سے بولا:

''تو ٹھیک ہے امی جان! ہم سب رمضان کی آخری رات تک مل کر روزانہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے، اللہ تعالیٰ کو یاد کریں گے تاکہ وہ ہم سے خوش ہوجائیں، ہمیں معاف کر دیں اور ہمیں جنت میں داخل فرمائے۔''

☆......☆

پیارے بچو! رمضان المبارک کے یہ قیمتی لمحات ضائع کرنے کے لیے نہیں ہیں۔ بہت سے لوگ ہیں جو ساری ساری رات جاگتے ہیں مگر ان کے جاگنے سے سوائے دکھ اور افسوس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ان کا جاگنا ان کے حق میں وبال ہے کہ جاگ کر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی بجائے شیطان کو خوش کرتے ہیں۔ ساری ساری رات لغویات میں مصروف رہتے ہیں۔ ٹی وی دیکھتے ہیں، لڈو، کیرم بورڈ کھیلتے ہیں۔ سوشل میڈیا پر مصروف رہتے ہیں، اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے ہیں اور صبح دم سحری کر کے پڑ کے سو جاتے ہیں۔ نمازوں کی پروا ہے نہ اپنے گناہوں کی بخشش کروانے کی کچھ فکر ہے۔ رمضان کا مقصد اُن کے نزدیک سحر و افطار کے کھانے ہیں اور بس۔ میرے پیارے بچو! ہم ان لوگوں میں سے نہیں بنیں گے۔ آخری عشرے کے یہ دس دن اور راتیں بہت قیمتی اور انمول ہیں۔ انھیں کسی صورت ضائع نہیں کرنا۔ یاد رکھنا۔

جوانی میں عدم کے واسطے سامان کر غافل
مسافر شب سے اٹھتے ہیں جو جانا دور ہوتا ہے

☆☆☆

(خصوصی طور پر بچوں کا اسلام کے نوعمر قارئین کے لیے سہل اور عام فہم انداز میں تلخیص کیا گیا!)

105

میرِ حجاز

پہاڑی خلوت کی خاموشی پرندوں کی پھڑپھڑاہٹ سے ٹوٹی۔ کبوتروں کا ایک جوڑا اپنی مخصوص آواز نکال رہا تھا اور کبھی کبھی ان کے پر پھڑپھڑانے کی آواز سنائی دیتی، پھر تھوڑی ہی دیر بعد پہاڑی کے نیچے سے آدمیوں کی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دیں۔ آہستہ آہستہ آوازیں بلند ہونے لگیں جیسے کچھ لوگ پہاڑ پر چڑھ رہے ہوں اور اب آوازیں قریب آتی سنائی دے رہی تھیں۔ کوئی پانچ چھے آدمی ہوں گے جو آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

جب وہ غار کے دہانے کے عین قریب پہنچ گئے تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سر اٹھایا تو تلاش کرنے والوں کے پاؤں نظر آئے۔

تشویش بھری نظروں سے انھوں نے اپنے آقا کو دیکھا اور عرض کیا: ”اے اللہ کے رسولؐ! ان میں سے کوئی شخص تھوڑی سی نگاہ نیچے کرے تو ہمیں دیکھ سکتا ہے۔“

”ابوبکر! غم نہ کرو ہم دو ہیں جن کا تیسرا اللہ ہے۔“

ابوبکر کی فکرمندی اپنے لیے نہیں اللہ کے رسول کے لیے تھی، عرض کیا:

”اے اللہ کے رسولؐ! اگر میں قتل ہوا تو میری موت ایک آدمی کی موت ہوگی لیکن خدانخواستہ آپ کو کچھ ہوگیا تو پوری قوم ہلاک ہوجائے گی۔“

باہر کی آوازیں اب غار میں سنائی دے رہی تھیں۔ ماہر کھوجی کہہ رہا تھا:

”یہ تو ابوبکر کے پاؤں کا نشان ہے لیکن اس کے ساتھ دوسرے نقش پا کو میں پہچان نہیں سکا، یہ تو اس پاؤں کے نشان سے ملتا ہے جو مقام ابراہیم پر ہے۔“

غار کے دُور و نزدیک ہر طرف کا جائزہ لے کر کھوجی کہنے لگا:

”کھرا تو یہیں پہنچتا ہے۔ اس غار سے آگے کسی طرف نہیں جا رہا۔ اس پتھر تک دونوں آئے ہیں، پھر نہیں معلوم کدھر گئے؟“

اس کی یہ بات سن کر ایک قہقہہ بلند ہوا: ”آج تمھیں کیا ہوگیا ہے؟ خدا کی قسم اس طرح تو تم کبھی نہ بہکے تھے۔ تو کیا وہ اس غار میں گھس گئے جس کے منہ پر برسوں پہلے کا مکڑی نے جالا بھی بُنا ہوا ہے۔ اگر اس غار میں کوئی آیا ہوتا تو یہ سب کچھ کیسے باقی رہتا۔“

اور پھر ان کی آوازیں دور ہوتی چلی گئیں۔

وہ اللہ جو اپنے رسولؐ کو تلواروں کے سائے میں سے مامون محفوظ لے آیا تھا یہاں بھی اس نے اپنے فرشتوں، پرندوں، کمزور مکڑی کے جالے کو نبی کی تائید میں لگا دیا۔ سچ ہے کہ وہ رب قادر ہے کہ اپنے نبی کی تائید ایسے لشکروں کے ذریعے کردے جنھیں انسان دیکھ نہیں پاتے۔

تین دن کی بے نتیجہ دوڑ دھوپ کے بعد قریش کے جوش و جذبات ٹھنڈے پڑ چکے تھے جب طے شدہ پروگرام کے مطابق تیسری رات کے آخری پہر میں صبح کے قریب عبداللہ بن اُریقط وہ دونوں اُونٹنیاں لے کر آ گیا جو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے سونپی ہوئی تھیں۔

عبداللہ پیشہ ور سفری بدرقہ (Guid) تھا جو صحرائی راستوں کی بڑی پہچان رکھتا تھا۔ وہ اگرچہ اپنے آبائی دین پر تھا لیکن حضرت ابوبکر کا قابل اعتماد آدمی تھا۔

مدینہ پہنچانے کی اس سے اجرت طے ہوچکی تھی۔ اسماء بنت ابوبکر بھی کھانا پکا کر لے آئی تھیں۔ وہ چمڑے کا توشہ دان تو لے آئی تھیں لیکن جب اُونٹ کے کجاوے سے توشہ دان لٹکانے لگیں تو دیکھا کہ اس کا تو بندھن ہی ساتھ نہیں ہے۔ انھوں نے فوراً اپنا کمر بند (نطاق) کھولا اور اسے پھاڑ کر دو حصے کیا۔ ایک حصے سے توشہ دان کو باندھا اور دوسرے کو کمر بند بنا لیا۔

اس وجہ سے حضور نے اسماء کو ”ذات النطاقین“ کا لقب دیا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یثرب کی طرف روانہ ہونے کے لیے جب غار سے باہر تشریف لائے تو دو اُونٹنیوں میں سے جو بہترین تھی، اسے ابوبکر نے خدمت نبوی میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا:

”میرے ماں باپ آپ پر قربان! یا رسولؐ! سواری فرمائیے۔“

یہ سن کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”میں ایسے اُونٹ پر سواری نہیں کرتا جو میرا نہ ہو۔“

”یا رسولؐ اللہ میرے ماں باپ آپ پر نثار، یہ آپ ہی کا ہے۔“

”نہیں پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے اسے کتنے میں خریدا ہے؟“

اللہ کے رسولؐ کو اپنے دوست پر بوجھ بننا پسند نہ تھا۔ ابوبکرؓ نے قیمت بتائی تو فرمایا:

”اس قیمت کے عوض یہ اُونٹنی میں خریدتا ہوں۔“

چنانچہ الجدعاء نامی اس اُونٹنی پر آپؐ سوار ہوئے اور ابوبکرؓ دوسری پر۔ انھوں نے اپنے پیچھے اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو بھی بٹھالیا۔ چار افراد کا یہ قافلہ ربیع الاول کی چاند رات (ستمبر ۶۲۲ء) کو اس شہر کی جانب روانہ ہوا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت پا کر بہت جلد مدینہ منورہ ہونے والا تھا۔ عالم میں ممتاز ایک شہر۔

”واللہ! میں سمجھتا ہوں کہ ابوبکرؓ اپنا سارا مال ساتھ لے گئے ہیں اور تم بچوں کو تکلیف میں ڈال گئے ہیں۔“

ابوبکر صدیقؓ کے والد ابوقحافہ نے اپنی پوتی اسماءؓ سے کہا۔ ابوقحافہ بڑھاپے کی عمر میں بینائی سے محروم ہوچکے تھے اور اس وقت تک اپنے آبائی دین پر جمے ہوئے تھے۔ پوتے پوتیوں کی فکرمندی میں وہ ان کے ہاں آئے ہوئے تھے۔

”نہیں بابا جان! ایسا نہیں ہے، وہ ہمارے لیے بہت سا مال چھوڑ گئے ہیں۔“

یہ کہہ کر اسماءؓ نے ایک الماری میں جس میں ابوبکر درہم و دینار رکھا کرتے تھے، اس میں کچھ سنگریزے چن کر رکھے، ان پر ایک کپڑا ڈال دیا اور دادا کا ہاتھ پکڑ کر وہاں اس کپڑے کے اوپر رکھ دیا۔

”پھر تو کچھ ڈر کی بات نہیں۔ اس نے اچھا کیا ہے۔ بس یہ تمھارے لیے کافی ہے۔“

حضرت اسماء جو اس وقت بچی ہی تھیں، نے چاہا کہ بوڑھے دادا کو تسکین ہوجائے ورنہ ان کے والد اپنا تمام ہی مال جو پانچ چھے ہزار درہم تھا سفر خرچ کے لیے ساتھ لے گئے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سارا ہی خاندان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے مشن کے ساتھ دل و جان سے لگا ہوا تھا۔

اختر حسین عزمی

پُرخطر سفر:

یثرب کے لیے عازم سفر یہ قافلہ یثرب کی مخالف سمت جنوب میں یمن کے رُخ پر

دور تک چلتا گیا اور پھر دائیں مڑ کر اس نے بحیرۂ احمر کے ساحل کا رُخ کیا، پھر ایک ایسے راستے پر جس سے عام لوگ واقف نہ تھے، یہ قافلہ ساحلِ سمندر کے ساتھ ساتھ شمال کی جانب مڑ گیا۔

دن چڑھے وہ مکہ کے نشیبی علاقے سے گزر رہے تھے اور پھر وہ اسی رُخ پر انجان راستوں پر چلتے چلے گئے۔

رات کا کچھ حصہ اور پھر دن میں دوپہر تک قافلہ مسلسل چلتا رہا۔ اب دوپہر کی چلچلاتی دھوپ سے بچنے اور تھکے ہوئے مسافروں اور سواریوں کو تازہ دَم ہونے کے لئے کسی سائے کی ضرورت تھی لیکن کسی سایہ دار درخت کا دُور دُور تک نام و نشان نہ تھا۔

کچھ سفر کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بائیں ہاتھ راستے سے کچھ ہٹ کر ایک لمبی چٹان دیکھی جس کے سائے میں کچھ دیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستانے کا انتظام ہو سکتا تھا۔ وہاں پہنچ کر ابوبکر نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام کے لیے ایک جگہ تیار کی۔ اس پر پوستین بچھائی اور انھیں آرام کے لیے لٹا دیا اور خود گردوپیش کی دیکھ بھال کے لیے چٹان پر چڑھے تو اچانک دیکھا کہ ایک چرواہا بکریوں کو ہانکتا ہوا اسی جانب سائے کی تلاش میں آ رہا ہے۔

جب وہ قریب آ گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا:

''اے نوجوان! تم کس کے چرواہے ہو؟''

اس سوال پر چرواہے نے مکے کے ایک شخص کا نام لیا جسے ابوبکرؓ جانتے تھے لیکن اسے یہ بات نہیں بتائی۔

''کیا تمھاری بکریوں میں کچھ دودھ ہے؟''

''ہاں!''

''کیا میں دودھ دوہ سکتا ہوں۔''

''کیوں نہیں؟''

انھوں نے دودھ کے برتن میں دودھ دوہا، پھر اسے ایک چرمی لوٹے میں ڈالا اور اس میں پانی ملایا۔

اللہ کے رسول سو رہے تھے انھیں اٹھانا جناب ابوبکر نے گوارا نہ کیا۔ جب اٹھے تو یہ ٹھنڈا مشروب پیش کیا۔

آپؐ نے نوش کیا اور پھر سفر پر روانہ ہو گئے۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت بڑھاپے کے آثار زیادہ نمایاں تھے۔ اس لیے لوگوں کی توجہ زیادہ تر انہی کی طرف جاتی ہے۔ جب بھی کوئی آدمی راستے میں ملتا تو وہ ابوبکر سے پوچھتا کہ یہ آپ کے ساتھی کون ہیں تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑا لطیف جواب دیتے:

رجل یھدینی الطریق!

''یہ مجھے راستہ بتانے والے ہیں۔''

اس سے سمجھنے والا سمجھتا کہ سفری راستہ بتانے والا مراد ہے، حالانکہ وہ خیر کا راستہ مراد لیتے تھے، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام اور تعارف کو لوگوں سے خفیہ رکھنا بھی ضروری تھا اور ابوبکر صدیق تھے، جھوٹ بھی نہیں بول سکتے تھے۔

(جاری ہے)

کہانی کہانی میں بچوں کو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری سیرت، احادیث اور سنتیں سکھانے والی بہترین کتابیں

نمبر شمار	کتاب	مصنف	قیمت
1	رحمت کی بارش	امجد جاوید	450/-
2	سیرت کہانی	عبدالعزیز	700/-
3	مدین کا چرواہا	ابو محمد فہی	600/-
4	گلو کا چندو	محمد فہیم عالم	400/-
5	آسان قرآن کہانیاں	محمد فیصل علی	550/-
6	آسان فقہ کہانیاں	محمد فیصل علی	700/-
7	آسان سیرت کہانیاں	محمد فیصل علی	700/-
8	رول ماڈل	قرۃ العین خرم ہاشمی	550/-
9	دادا جان کی چھڑی	قرۃ العین خرم ہاشمی	500/-
10	مسجد دادی جان	کاوش صدیقی	800/-
11	انگور کے دانے	کاوش صدیقی	800/-
12	گم شدہ چابی	راحت عائشہ	350/-
13	روشنی ہی روشنی	غلام محی الدین ترک	550/-
14	چچا رازی	عمارہ فہیم	500/-

حیرت انگیز آفر! 50% OFF

تمام کتابیں آدھی قیمت پر

ہم نے بسایا ہے آپ کے لیے کتابوں کا ایک نیا جہاں

ہماری ویب سائٹ پر آرڈر کرنے کا طریقہ:

نوٹ: یہ آفر محدود مدت کے لیے ہے۔

بچوں کے لیے اسلامی کتابیں آرڈر کرنے کے لیے ویب سائٹ کے ہوم پیج کے دائیں طرف Categories پر کلک کریں۔ پھر Children Islamic Story Books پر کلک کریں، اپنے مطلوبہ ناول کے ٹائٹل کے نیچے "ADD TO CART" کے بٹن پر کلک کرتے جائیں، آپ اوپر دائیں جانب بنے باسکٹ کے نشان کے پر اپنی منتخب کردہ کتب کی کل قیمت دیکھ سکتے ہیں۔ آرڈر فائنل کرنے کے لیے اُس باسکٹ کے نشان پر کلک کر کے ایک مرتبہ رعایتی بل اور ڈیلیوری چارجز دیکھ کر "CHECKOUT" کے بٹن پر کلک کر دیں۔ اپنا مکمل نام، مکمل پتہ اور رابطہ نمبر کی مکمل تفصیلات درج کر کے "Place Order" پر کلک کر دیں۔ آپ کا آرڈر ہمیں موصول ہو جائے گا۔ کال کنفرمیشن کے بعد آپ کا پارسل پانچ سے سات دن تک ڈیلیور ہو جائے گا۔ شکریہ

گھر بیٹھے معیاری اور بہترین کتابوں کی خریداری کے لیے ابھی ہماری ویب سائٹ "کتاب نگر" وزٹ کیجیے۔

کتاب نگر KITAB NAGAR

www.kitaabnagar.com

بذریعہ کال یا واٹس ایپ رابطہ کرنے کے لیے 0349-4892240

پہلا روزہ

لیاقت علی۔ تلمبہ

عصر کی نماز پڑھتے ہی وسیم نے انگریزی کی کتاب اٹھائی اور اپنے دوست سلیم کے گھر آ گیا۔ اسے سلیم سے انگریزی کے کچھ جملے سمجھنے تھے۔

دروازہ سلیم کے چھوٹے بھائی فہیم نے کھولا۔ گیٹ سے اندر گھر میں داخل ہوتے ہی پکوڑوں کی اشتہا انگیز خوشبو وسیم کے نتھنوں سے ٹکرائی۔

”واہ بھئی! پکوڑے بن رہے ہیں؟ آج پہلا روزہ ہے نا تو افطاری کے لیے بن رہے ہوں گے۔“ وسیم نے دل ہی دل میں کہا۔

”آپ بیٹھیں، میں سلیم بھائی کو بھیجتا ہوں۔“ فہیم نے کہا اور اندر چلا گیا۔

وسیم ڈرائنگ روم میں صوفے پر بیٹھ گیا۔

”السلام علیکم! کیسے ہو وسیم؟“ تھوڑی دیر میں سلیم آ گیا۔

”وعلیکم............!“ وسیم نے اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تو بری طرح سے چونک اٹھا۔ اس کا سلام کا جواب بھی ادھورا رہ گیا۔

”خاموش کیوں ہو گئے اور یہ تم مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟“

سلیم نے اسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنی طرف دیکھتے پا کر حیرت سے کہا۔

”یہ...... یہ تم پکوڑے کھا رہے ہو؟“

سلیم کے ہاتھ میں آدھے پکوڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وسیم نے کہا۔

”ہاں! اور کیا اور فکر مت کرو، تمھارے لیے بھی لا رہا ہوں ابھی۔“

سلیم نے مسکراتے ہوئے کہا اور اندر جانے کے لیے مڑا۔

”نن نہیں، رہنے دو اس کی ضرورت نہیں۔“

”کیا ہو گیا ہے یار! اب تم میرے گھر بھی تکلف کرو گے؟“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ اصل میں میرا روزہ ہے۔“ وسیم نے بتایا۔

”اوہ اچھا سوری یار!“

سلیم نے کہتے ہوا باقی آدھا پکوڑا منہ میں رکھا اور وسیم کے پاس صوفے پر بیٹھ گیا۔

”تم نے روزہ کیوں نہیں رکھا؟“ سلیم کے پکوڑا کھا لینے کے بعد وسیم نے پوچھا۔

”کیا بتاؤں یار! مجھ سے روزہ رکھا ہی نہیں جاتا۔“

”کیا مطلب؟“

”اصل میں مجھے تھوڑی تھوڑی دیر بعد کچھ نہ کچھ کھانے کی عادت ہے نا اس لیے۔“

”اوہ!“

وسیم نے کہا اور چپ ہو گیا۔

سلیم سے انگریزی سمجھتے ہوئے وسیم سارا وقت الجھا الجھا سا رہا۔ سلیم روزہ نہیں رکھ سکتا تھا، اسے یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ آج سے پہلے سلیم کی یہ بات کبھی اس کے علم میں نہیں آئی تھی بلکہ اس نے تو کبھی سلیم کو نماز کی فکر کرتے ہوئے بھی نہیں دیکھا تھا۔ یکایک اسے اپنے آپ سے شرمندگی محسوس ہونے لگی۔ اسے پڑھائی میں مدد کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ سلیم کے پاس آ جاتا تھا مگر اس کے دوست کو اتنی بڑی ”مدد“ کی ضرورت تھی اور وہ اس سے اتنا عرصہ بے خبر رہا!

وہ وسیم سے سارے جملے سمجھنے کے بعد وہ گھر واپس آ گیا مگر اس کی دل گرفتگی وہیں پر تھی۔

کچھ ہی دیر میں افطاری کا وقت ہو گیا۔ امی کے بلانے پر وہ سب کچھ بھول کر دسترخوان پر آ گیا۔

☆......☆

آج کافی دنوں بعد دھوپ نکلی تھی۔ سونو بگلے کی ماں نے اسے ناشتہ کرایا اور باہر دھوپ میں لے کر آ گئی۔ سردیوں کی نرم گرم دھوپ بہت اچھی لگ رہی تھی۔ دونوں ماں بیٹا باتیں کرتے ہوئے دھوپ کا مزا لینے لگے۔ انھیں دھوپ میں بیٹھے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ اچانک ایک ہوائی جہاز زن سے اُن کے اوپر سے گذرا۔ سونو تو اس کی آواز سے ڈر ہی گیا اور جلدی سے ماں کے پروں میں چھپ گیا۔

”یہ...... یہ کیا تھا امی؟“ اس نے جہاز کے گذر جانے کے بعد اس نے سہمے ہوئے لہجے میں ماں سے پوچھا۔

”ہوائی جہاز۔“ ماں نے بتایا۔

”وہ کیا ہوتا ہے؟“

وہ بھی ہم پرندوں جیسی ایک چیز ہوتی ہے جو انسانوں کو لے کر ہوا میں اڑتا ہے۔

”اچھا!“

”ہاں اور تم بھی سن لو تمھیں بھی کچھ دنوں کے بعد میری طرح ہوا میں اڑنا ہو گا۔“

”کیا؟ مگر میں کیسے اڑوں گا؟ مم میں تو بہت چھوٹا ہوں۔“

سونو نے حیرت سے کہا۔ اسے اڑنے کے خیال سے ڈر محسوس ہوا تھا۔

”جیسے سب اڑتے ہیں اور میں نے کہا نا کچھ دنوں کے بعد۔“

”اچھا!“ سونو نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔ اسے لگا کہ مصیبت ٹل گئی۔

مگر یہ کچھ دن بہت جلدی گزر گئے یوں جیسے پر لگا کر اڑ گئے ہوں۔ ایک دن ناشتے کے

بعد سونو کی ماں نے اسے کہا:

''چلو بھئی جلدی کرو میرے ساتھ باہر آؤ۔ آج میں تمھیں اڑنا سکھاؤں گی۔''

''نہیں امی! ابھی میں بہت چھوٹا ہوں۔ ابھی میں نہیں اڑ سکتا۔''

''اب تم اتنے بھی چھوٹے نہیں ہو، چلو آؤ۔''

امی بگلے نے کہا اور چٹان کے نیچے بنے اپنے گھونسلے سے باہر آ گئی۔

سونو بگلا مگر باہر نہیں نکلا۔ وہ گھونسلے میں ہی دبکا بیٹھا رہا۔

''سونو باہر آؤ بیٹا، سنا نہیں تم نے؟'' اس کی ماں نے اسے پکار کر کہا۔

''امی میں نہیں اڑ سکتا۔'' سونو گھگھیایا۔

''بیٹا! تم باہر تو آؤ۔''

امی کے بار بار کہنے پر اسے باہر آنا پڑا۔

''دیکھو تمھیں اِس چٹان سے نیچے چھلانگ لگانی ہے اور بس۔''

اس کی ماں نے اسے ایک طرف بڑی سی ابھری ہوئی چٹان پر لے جا کر کہا۔

سونو بگلے نے چٹان سے نیچے دیکھا تو اس کا دل ایک بار تو دھڑکنا ہی بھول گیا۔ چٹان سے نیچے بہت گہرائی میں سمندر تھا۔

''مم مگر میں تو سمندر میں گر جاؤں گا اور ڈوب کر مر جاؤں گا۔''

اس نے آنسو بھری آنکھوں سے ماں کی طرف التجائی انداز میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''سب کو پہلی بار ایسا ہی لگتا ہے لیکن کچھ بھی نہیں ہوتا۔ تم جیسے ہی تھوڑا نیچے جاؤ گے، اپنے پر پھڑ پھڑانا شروع کر دینا بس تم اڑنے لگو گے، اور پھر تم دیکھنا، تمھیں کتنا مزہ آتا ہے۔''

امی نے اس کی ہمت بندھائی۔

سونو بگلے نے آنکھیں کھولیں اور رندھی آنکھوں سے آخری بار دنیا کو دیکھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ اڑ نہیں سکے گا اور گر کر مر جائے گا۔

امی مسلسل اسے ترغیب دے رہی تھیں اور اسے چٹان کے آخری حصے تک لے جا رہی تھیں۔

''بیٹا! ڈرو مت، میں تمھارے ساتھ ہی ہوں گی، اگر تم سمندر میں گر بھی گئے تو ڈوبو گے نہیں، تم تیرنے لگو گے۔ میں وہاں بھی تمھارے ساتھ ہوں گی۔''

سونو بگلے کی کچھ ہمت بندھی اور پھر اس نے ایک طویل سانس لے کر چٹان سے نیچے چھلانگ لگا ہی دی۔

وہ کسی کنکر کی طرح بے حس و حرکت نیچے سمندر کی طرف گرنے لگا۔ اس کا ننھا سا دل دھک دھک کر رہا تھا یوں جیسے ابھی پسلیوں کو توڑ کر باہر نکل جائے گا۔ بس کچھ ہی پل ہیں پھر وہ سمندر میں مچھلیوں کی خوراک بن جائے گا۔ اس نے سوچا اور آنکھیں بند کر لیں۔

اپنے خیال میں اسے گرتے ہوئے کافی دیر ہو گئی تھی لیکن وہ ابھی تک سمندر تک نہیں پہنچا تھا تب اچانک اسے محسوس ہوا کہ وہ تو گر ہی نہیں رہا ہے بلکہ وہ تو ہوا میں تیر رہا ہے۔

اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ بری طرح چونک اٹھا۔

ایک حیرت اس کی منتظر تھی۔ اُس کے پر ہوا میں خود بخود حرکت کر رہے تھے۔ اس نے اپنے آپ کو اِدھر اُدھر موڑ کر دیکھا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ وہ ہوا میں بخوبی اڑ رہا تھا۔ وہ واپس اوپر کی طرف گیا۔ پھر نیچے آیا۔ اسے اب بہت مزا آ رہا تھا۔ خوشی سے اس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔

اسی لمحے اس کی امی اڑتے ہوئے اس کے پاس آ گئیں۔

''میں نے کہا نہیں تھا کہ ہمت کرو کچھ نہیں ہوگا، اب دیکھ لیا ناں۔''

ایمرجنسی

اپیل برائے فلسطین

پاک ایڈ ویلفیئر ٹرسٹ اسلام آباد

PAK AID WELFARE TRUST — TOGETHER WE CAN MAKE A DIFFERENCE

BEŞİR DERNEĞİ

SENED İnsani Yardım Derneği

بین الاقوامی رفاہی اداروں کے اشتراک کے ساتھ
مظلوم فلسطینی مسلمانوں تک آپ کا تعاون پہنچانے کے لیے کوشاں

مظلوم فلسطینی بھائیوں کے لیے پاک ایڈ کو عطیات دیجیے

A/C Title : PAK AID WELFARE TRUST FAYSAL BANK

Account No : 3048301900220720

IBAN : PK28 FAYS 3048 3019 0022 0720

پاک ایڈ ویلفیئر ٹرسٹ اسلام آباد

ہیڈ آفس: آفس نمبر 4 سیکنڈ فلور، MB سٹی مال پلازہ 8-I مرکز اسلام آباد — 0300 050 9840

اسلام آباد آفس: چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری، E.D.C بلڈنگ تیسری منزل مووایریا، سیکٹر G-8/1 — 0310 533 2640

کراچی آفس: شاپ نمبر 4، پلاٹ نمبر سی 6، سٹریٹ نمبر 10، بدر کمرشل فیز 5 ایکسٹینشن، ڈیفنس کراچی — 0300 050 9833

کراچی آفس: ثناء ہیون 1/45 میزانائن فلور، مین چورنگی محمد علی سوسائٹی کراچی — 0300 050 9836

لاہور آفس: UG-64 ایڈن ٹاور، مین بلیووارڈ، گلبرگ، لاہور — 0300 050 9838

پشاور آفس: آفس نمبر 1091، بالمقابل جی پی او مرکزی صدر روڈ پشاور کینٹ — 0310 533 2634

راولپنڈی آفس: شاپ نمبر AA 740,741 ہملٹن روڈ، راجہ بازار، راولپنڈی — 0310 533 2633

ٹول فری نمبر: 0800 72980

"ہاں امی! یہ تو بہت مزیدار ہے۔"

سونو بگلے نے کہا اور نیچے سمندر کی طرف غوطے کے انداز میں چھلانگ لگا دی۔

اب اسے کوئی خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ وہ اپنی امی کی طرح اِدھر اُدھر اوپر نیچے ہر طرف بے خوف وخطر اڑ رہا تھا۔

☆......☆

"آیا کچھ سمجھ میں یا......؟"

وسیم نے کہانی کی کتاب بند کرتے ہوئے سلیم سے پوچھا۔

وہ گاہے بگاہے اسے روزہ رکھنے کی ترغیب دیتا رہتا تھا۔ آج اسے ایک ننھے بگلے کی پہلی پرواز کی کہانی رسالے میں نظر آئی تو ایک خیال کے تحت وہ اسے سلیم کو پڑھانے کے لیے لے آیا۔

رمضان کا دوسرا عشرہ شروع ہو گیا تھا اور وسیم کی کوشش تھی کہ کسی طرح سلیم بھی روزہ رکھنا شروع کر دے۔

"ہوں......آں......ہاں۔"، سلیم نے غائب دماغی سے کہا۔

"اب ہوں ہاں چھوڑو اور کل روزہ رکھو، کچھ نہیں ہوتا، اوکے۔"

وسیم نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

وسیم کی روزانہ کی مستقل ترغیب اور روزے کے فضائل سنانے سے سلیم کا ارادہ تو پہلے ہی بن گیا تھا لیکن آج ننھے بگلے کی "پہلی پرواز" پڑھ کر اس نے عزم کر ہی لیا اور امی کو کہہ دیا کہ اسے بھی سحری میں جگایا جائے۔

وہ سمجھ گیا تھا کہ کوئی بھی کام ہو اس کے لیے ہمت کرنی ہی پڑتی ہے۔

اگرچہ ہمت بندھانے والا بھی کوئی ہونا چاہیے۔ سونو بگلے کی امی نے تو اس کی ہمت بندھائی تھی مگر اس کے گھر میں ایسا ماحول نہیں تھا۔ اس کے گھر میں فرض نماز کا بھی کوئی خاص اہتمام نہ تھا۔ جس کا دل چاہتا وہ پڑھ لیتا، جس کا دل چاہتا وہ روزہ رکھ لیتا۔

یہ تو اس کی خوش قسمتی تھی کہ اسے وسیم جیسا خیر خواہ دوست ملا تھا۔

پہلے دن اسے اپنی ہر وقت کے کھانے کی عادت کی وجہ سے تھوڑی سی بے چینی ضرور ہوئی۔ وہ بار بار بھول جاتا کہ اس کا روزہ ہے اور پانی یا کھانے پینے کی چیزوں کی طرف لپکتا لیکن پھر اس کے سامنے سونو بگلے کی پہلی پرواز آ جاتی اور وہ روزے کے فضائل اور اجر کو یاد کرنے لگتا۔ اس طرح اس کی ہمت بڑھ جاتی۔ اس نے بھی سونو بگلے کی طرح ہمت نہیں ہاری۔ دن میں وسیم بھی اس کے پاس آ گیا تھا۔ اس کے ساتھ باتوں میں بھی کافی وقت گذر گیا۔ انھوں نے ظہر اور عصر نمازیں بھی باجماعت پڑھیں۔ وقت کا پتا ہی نہ چلا۔ عصر کی نماز پڑھ کر وسیم اپنے گھر چلا گیا اور وہ اپنے گھر آ کر وسیم کے بتائے ہوئے اذکار کرنے میں مصروف ہو گیا۔

اور آخرکار اس کا پہلا روزہ بھی پورا ہو ہی گیا۔

افطاری کے وقت دعا مانگنے اور پھر اذان کی آواز پر روزہ افطار کرنے میں اسے جو خوشی اور مزا محسوس ہوا وہ اس کے لیے ایک بالکل نئی چیز تھی۔

"اُف میں کتنی بڑی نعمت سے محروم تھا۔ یا اللہ! تیرا شکر ہے۔ تو نے مجھے اچھا دوست عطا کیا۔"، وہ دل ہی دل میں بولا۔

رات کو دوسرے روزے کی تراویح پڑھ کر وہ گھر آیا تو سوتے ہوئے بے اختیار دل ہی دل میں اللہ اور اپنے دوست کا شکریہ ادا کرنے لگا۔ اب وہ اگلے روزے کے لیے مکمل طور پر تیار تھا۔ یوں اس نے سونو بگلے کی طرح ہمت سے کام لیا اور ایک مقدس فرض کی تکمیل کے قابل ہو گیا۔ سچ ہے ہمتِ مرداں مددِ خدا۔

☆☆☆

ہمّت کا پہاڑ

راوی: سیہان انعام اللہ خان مرحوم — تحریر: رشید احمد منیب

میرا طریقہ رہا ہے کہ معاشرے کے کسی بگڑے ہوئے فرد سے جو دوسروں کو نقصان پہنچا رہا ہو، مقابلہ ہو جائے تو میں اسے خوب اچھی طرح موقع دیتا ہوں کہ اسے جو کچھ آتا ہے مجھ پر آزما لے، پھر میں اُس کی خبر لیتا ہوں۔

آج ایسا ہی ایک واقعہ سناتا ہوں۔ ہمارے علاقے میں ایک دودھ والا تھا، جس کا نام ملکو تھا۔ اُس کا اپنا باڑا تھا۔ 30 یا 40 بھینسیں تھیں۔ پنجاب سے ہمارے علاقے میں آ کر ایک بدمعاش نے ملکو کے یہاں ملازمت اختیار کر لی۔ اسے کلّو بدمعاش کہا جاتا تھا۔ کچھ ہی دنوں میں اُس بدمعاش کا چرچا ہونے لگا۔ معلوم ہوا کہ اسے پنجاب پولیس سے نکال دیا گیا تھا تو وہ یہاں آ گیا۔ بھینسوں کے باڑے والے چودھری ملکو کی آشیر باد اسے حاصل تھی۔ پورے علاقے میں دندناتا پھرتا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک موٹا ڈنڈا ہوتا جس پر پیتل کی باریک تار بہت خوبصورتی سے چڑھا رکھی تھی۔ وہ ڈنڈا رات میں چمکتا تھا۔ یہ بدمعاش گریبان کھلا رکھتا، سر پر لال رومال باندھتا اور ہاتھ میں ایک موٹا کڑا پہنتا۔ کسی کو سلام بھی ایسے کرتا تھا جیسے پتھر مار رہا ہو۔ پہلے ایسے ہوتا تھا کہ کسی علاقے میں جب کوئی بدمعاش بدنام ہو جاتا تھا اور اُس کی بدمعاشیاں بڑھ جاتیں تو گورنمنٹ اسے اس علاقے سے نکال دیتی تھی۔ وہ علاقہ سے آؤٹ ہو جاتا تھا اور اپنے علاقے میں نہیں آ سکتا تھا۔ یہی معاملہ کلو بدمعاش کے ساتھ بھی تھا۔ کافی دنوں تک اس کا چرچا سنتا رہا لیکن اُس سے مقابلے کی صورت نہیں بن رہی تھی۔ ایک دن اُس کی مت ماری گئی، اُس نے میرے والد صاحب سے بدتمیزی کر دی۔ والد صاحب مغرب کی نماز پڑھ کر آ رہے تھے کہ یہ بدمعاش اُن کے منہ لگ گیا۔ والد صاحب نے رات کے کھانے پر مجھے حکم دیا کہ اگلے روز شام تک اُس بدمعاش کو سبق سکھا دیا جائے۔

والد صاحب 5 یا ساڑھے پانچ بجے دفتر سے آ جاتے تھے۔ میں نے بدمعاش کو تین بجے ہی گھیر لیا۔ وہ تگڑا آدمی تھا، بھڑ گیا۔ میرے ساتھ تقریباً 20 منٹ تک لڑتا رہا۔ دونوں طرف خوب مار کٹائی ہوئی۔ وہ عام بدمعاشوں کی طرح تیکنیک کے بغیر لڑنا جانتا تھا، جب کہ مجھے لڑنے کی تیکنیک بھی معلوم تھی، اِس لیے آخر میں نے اسے بری طرح ناک آؤٹ کر دیا۔ ایک ضرب اُس کے سر پر ایسی لگائی کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ ناک اور منہ سے بری طرح خون بہنے لگا۔ اس کو اسپتال لے جانے والا شخص میرا سگا بڑا بھائی تھا۔ بدمعاش ڈیڑھ ماہ سے اوپر اسپتال میں رہا۔ اُس کے سیٹھ نے اسے پوچھا نہ تھانے میں رپٹ لکھوائی۔ بالکل چپ سادھ لی۔ وہ بے چارہ حیران پریشان تھا کہ اُس کی ساری ٹور ختم ہو گئی تھی۔

اسپتال سے آنے کے بعد اسے میرے بڑے بھائی اپنے گھر لے آئے۔ وہ تقریباً ایک ماہ ہمارا مہمان رہا۔ میری والدہ کبھی ساگودانہ، کبھی اصلی گھی کا حلوہ بنا کر اسے

وہ شخص ہمت اور حوصلے کا پہاڑ تھا۔ اس کی زندگی کا مقصد پاکستان کے نوجوانوں کو مضبوط بنانا تھا۔ دینی مدرسے کا ایک طالب علم اتفاق سے اُس تک جا پہنچا، یوں شوق لگن، جدوجہد اور عزم کے رنگین جذبوں سے سجی داستان زیبِ قرطاس ہوئی! ایک ایسے شخص کا تذکرہ جو دولت پر فن کو ترجیح دیتا تھا......!

بھجواتی تھیں۔ وہ ہمارے گھریلو ملازم اور میرے بڑے بھائی سے کہتا تھا کہ جس نے مجھے مارا ہے، اسے ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں، اُس سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں کراچی سے واپس چلا جاؤں گا، پھر کبھی نہیں آؤں گا۔

جب اُس کا اصرار بہت بڑھ گیا تو ایک مرتبہ میں اُس کے لیے کھانا لے کر کمرے میں گیا۔ دروازہ بند کر دیا، اس کے سامنے کھانا رکھا، جب وہ کھانا کھا چکا تو میں نے اسے بتایا کہ میں ہی وہ شخص ہوں، جس نے تمھیں مارا ہے۔ تم مجھ سے کافی دیر لڑتے رہے، پھر بھی مجھ دیکھنا چاہتے ہو، کیوں؟

کہنے لگا، مجھے یاد نہیں ہے، یہ بتائیں آپ نے لڑنا کہاں سے سیکھا؟ آج تک کسی کی ایسی پھینٹی میں نے دیکھی ہے نہ کھائی۔

شام کو والد صاحب نے اسے پانچ سو روپے خرچے اور کرایے کے لیے دیے۔ وہ اپنے سیٹھ سے ملے بغیر کراچی چھوڑ گیا۔ پانچ سو روپے اُس زمانے میں بہت بڑی رقم تھی۔ تین چار ماہ تک ہمارے علاقے گزری میں اُس نے بدمعاشی کے خوب جوہر دکھائے تھے، جب حد سے گزر گیا تو اسے سبق سکھانا پڑا۔ ہر جگہ میٹھی گولی نہیں چلتی، کہیں کہیں نشتر بھی لگانا پڑتا ہے۔

کرم تیرا کہ بے جوہر نہیں میں
غلامِ طغرل و سنجر نہیں میں
جہاں بینی میری فطرت ہے لیکن
کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

☆......☆

یہ ان دنوں کا واقعہ ہے جب میں عالمی مقابلہ جیتنے کے بعد سنگاپور اور جاپان سے کیوکشن کراٹے کی تربیت لے کر وطن واپس آچکا تھا۔ اس زمانے کے اخبارات اور ریڈیو وغیرہ کی وجہ سے میرے نام کی کافی شہرت ہو چکی تھی۔ ہم وطن میرے کارنامے پر بہت خوش تھے۔ مجھ سے پہلے پاکستان کے زیادہ تر لوگ ایک ہی مسلمان فائٹر کو جانتے تھے یعنی باکسر محمد علی کلے کو، اس کی وجہ سے ملک میں باکسنگ کا کافی رجحان تھا لیکن میری کامیابی کے بعد سے ملک میں کراٹے یعنی کیوکشن بھی مقبول ہونے لگا تھا۔ (جیسا کہ آج کل مشہور عالم داغستانی پہلوان خبیب اور اس کے خاندان کی وجہ سے مکس مارشل آرٹ مقبول ہو رہا ہے!)

میں بتا چکا ہوں کہ میرے والد صاحب کا اناج کا اسٹور تھا۔ اس اسٹور پر میں خود بھی کام کرتا تھا اور اسٹور کے لیے سامان وغیرہ لانے کراچی کے صدر بازار جایا کرتا تھا۔ ایک دن والد صاحب نے حکم دیا کہ صدر سے گھی اور تیل کے کنستر سوزوکی میں لاد کر لے آؤ۔ میں نے صدر سے تیل اور گھی کے ڈبے خریدے اور سوزوکی میں ڈال کر واپس روانہ ہو گیا۔ راستے میں ایک مکرانی (جو دیکھنے میں بالکل افریقی لگتا تھا) گدھا گاڑی پر کچھ سامان ڈال کر لے جا رہا تھا۔ وہ گدھا گاڑی اس طرح چلا رہا تھا کہ پیچھے والی گاڑی کو آگے نکلنے کا راستہ ہی نہیں مل رہا تھا۔ میں نے ہارن بجائے تاکہ وہ راستہ چھوڑ دے لیکن اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ اب حالت یہ تھی کہ میری سوزوکی کے پیچھے جو گاڑیاں تھیں وہ مجھ پر باجے بجا رہے تھے اور میں کھڑکی سے سر نکال کر گدھا گاڑی والے کو آوازیں دے رہا تھا کہ وہ راستہ چھوڑ دے، لیکن اس نے بھی قسم کھائی ہوئی تھی کہ وہ راستہ نہیں دے گا۔ آخر موقع ملتے ہی میں سوزوکی گدھا گاڑی کے برابر لے گیا، میں تو اسے سمجھانا چاہتا تھا کہ راستہ دے دو لیکن وہ سمجھا کہ میں اس کے ساتھ ضد بازی کر رہا ہوں۔ اس نے گدھا گاڑی کو اور تیز چلانے کی کوشش کی تو سوزوکی کے پچھلے حصے کے ساتھ اس کی گاڑی کی ٹکر ہو گئی۔ میں نے بریک لگائی تو اس کے لیے بھی آگے بڑھنے کا راستہ نہیں رہا۔ میں سوزوکی سے اترآیا تاکہ اس کو کچھ باتیں سناؤں، لیکن وہ خود کو بڑا فائٹر سمجھ رہا تھا، وہ چھلانگ لگا کر گدھا گاڑی سے کود پڑا۔ اس کا انداز ایسا تھا کہ گویا مجھ پر حملہ ہی کر دے گا۔ اب ان دنوں تو مجھے ایسے مواقع کی تلاش ہی رہتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ بات کرنے کی بجائے لڑنے کے لیے تیار ہو گیا ہے تو خود کو حملے کے لیے تیار کر لیا اور (فائٹنگ اسٹانس بنا کر) موڈ میں آگیا۔ یہ کوئی بہت ہمت والا مکرانی تھا جو اکیلا ہی لڑنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ میرا تجربہ یہ تھا کہ مکرانی عموماً اکیلے ہوں تو لڑائی شروع نہیں کرتے۔ یہ جب زیادہ ہوں تو مخالف کو گھیر کر مارتے ہیں۔ مجھے لڑائی کے لیے تیار دیکھ کر مکرانی نے کہا:

''اڑے تم شکل تو ایسا بنا رہا ہے جیسا تم انعام اللہ خان اے!''

میں نے کہا: ''تم انعام اللہ خان کو جانتا ہے؟''

بولا ''اڑے اس کو کون نئیں جانتا اے، وہ تو ملک کا ہیرو اے۔''

''تم اس کو دیکھو تو پہچان لوگے؟''

بولا ''اس کو نئیں پہچانے گا تو کیا تم پہچانے گا؟''

''تم کو انعام اللہ خان اچھا لگتا ہے؟''

''ہاں ڑے، ہم اس کا پین (فین) اے! کیا وہ تم کو بی اچھا لگتا اے؟''

میں نے سوچا کہ اپنے ساتھ پیار کرنے والے سے کیا لڑنا! میں ہنس پڑا اور اس سے کہا: ''ہاں مجھے تو وہ بھی پسند ہیں جو انعام اللہ خان کو پسند کرتے ہیں''

یہ بات سن کر مکرانی کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کے سفید سفید دانت نظر آنے لگے۔ اس نے میری طرف ہاتھ بڑھایا اور بولا: ''پھر تو تم اپنا ہی بھائی اے، تم سے کیا لڑنا!'' میں نے بھی گرم جوشی کے ساتھ اس سے ہاتھ ملایا۔ گلے لگایا اور کہا: ''یار! ہم دونوں تو مزدور ہیں، لیکن لوگوں کو راستہ دے دو وہ پریشان ہو رہے ہیں۔''

کہنے لگا: ''فکر ہی نہ کرو۔''

وہ بے چارہ شاید سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس انعام اللہ خان کے چرچے ہیں وہ بے چارہ سوزوکی پر گھی اور تیل کے کنستر لاد کر گھوم رہا ہے کیوں کہ ابا جی کا آرڈر ہے، لہٰذا انعام اللہ خان ایک مزدور کی طرح کام کرنے پر مجبور ہے۔ ابا تو ابا تھے ایک دن میری والدہ کہنے لگیں کہ تُو یہ نہ سمجھنا کہ بڑا پہلوان ہو گیا ہے۔ یہ کہہ کر مجھے بازوؤں سے پکڑا اور گھما کر چار پائی پر گرا دیا۔ شکر ہے فرش پر نہیں پھینکا۔ میں دل ہی دل میں ہنستا رہا کہ آپ تو جوتی اٹھا کر پٹائی بھی کرسکتی ہیں، آپ کو کون کچھ کہہ سکتا ہے!

(جاری ہے)

☆☆☆

مقداد کی کہانی

اوّاب شاکر۔ اسلام آباد

مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ ارے میں کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا؟

☆☆

اُس روز میرے دل میں عجیب خیال آیا اور یقیناً یہ شیطان ہی کی شرارت تھی۔ میرے دل نے سرگوشی کی: ''ارے بھئی! یہ گھونٹ بھر ہی تو ہے۔ یہ دودھ بھی تم ہی پی لو! وہ تو اب ویسے بھی اپنے انصار کے گھروں سے کچھ نہ کچھ کھا ہی لیں گے۔''

اور میں اس چالاک پینترے باز کی باتوں میں آ گیا اور کچھ سوچے سمجھے بغیر 'ان' کے حصے کا دودھ بھی پی گیا۔

اب میرا ضمیر مجھے ملامت کرنے لگا:

''ارے میاں! کچھ ہوش بھی ہے، یہ تم کیا کر بیٹھے؟ تھوڑا احساس نہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصے کا دودھ بھی پی بیٹھے۔ ہائے ہائے! کیسی شرم کی بات ہے، اب دیکھنا ذرا! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب آئیں گے اور اپنے حصے کا دودھ نہ پائیں گے تو تجھے ایسی بددعا دیں گے کہ تو برباد ہو جائے گا۔''

اب میری حالت یہ تھی کہ خوف سارے جسم کو لرزائے دے رہا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامنا کیسے کروں؟ انھیں کیا جواب دوں گا جو پوچھ لیا تو......؟ اور کیا بہانہ بناؤں؟ ہائے ہائے توبہ استغفر اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جھوٹ؟

میں تو سوچنا بھی گوارا نہ کروں......تو پھر کیا کروں؟

''خدایا! مجھے معاف کر دے۔''

میں بدحواس اور بوکھلائی صورت لیے بستر پر لیٹ تو گیا مگر نیند کہاں آنی تھی؟ میرے دونوں ساتھی قریب ہی بستروں پر اپنے اپنے حصے کا دودھ پی کر مزے سے سو رہے تھے مگر آج میرے نصیب میں آرام تھا ہی نہیں۔ یہی سوچیں بے چین کر رہی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کا وقت قریب ہے اور پھر؟ یہاں پہنچ کر ذہن میں سناٹا چھا جاتا تھا۔

ہم مدینہ منورہ آئے تو ہمارا کوئی مستقل ٹھکانا نہ تھا۔ نہ اپنا کوئی کاروبار تھا اور نہ یہاں کسی سے رشتے داری۔ بھوک اور فقر و فاقہ سہتے سہتے ہماری یہ حالت ہو چلی کہ کانوں میں سننے کی طاقت، آنکھوں میں دیکھنے کی قوت بالکل جواب دینے لگی مگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے مہمان بنتے تو کس کے؟ سبھی کی حالت ہم سے ملتی جلتی تھی۔ سبھی ایسے ہی فقر و فاقہ میں جی رہے تھے۔

پھر رب کا کرم یہ ہوا کہ ہمیں اپنے پیارے آقا اور محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میزبانی نصیب آئی۔ وہ ہمیں اپنے گھر لے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں تین ہی تو بکریاں تھیں۔ سبھی اہل خانہ کا ان پر گزارہ تھا۔ ہم سب کا دودھ میں برابر برابر حصہ ہوتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر عشا کی نماز کے بعد ذرا تاخیر سے گھر آتے۔ ہم اس دوران میں اپنا حصہ پی چکے ہوتے اور ان کا حصہ بڑے سے پیالے میں محفوظ رہتا مگر جس روز کا یہ قصہ ہے اس شام مجھے بھوک بھی زوروں کی تھی اور اوپر سے شیطانی خیالات کی یلغار بھی بس پھر یہ غلطی کر بیٹھا اور اب بستر پر پڑا خوف سے سوکھے جا رہا تھا۔ نجانے میرا کیا بنے گا؟ میرا انجام کیا ہوگا؟ میں نے اللہ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق مار لیا تھا آج۔

اتنے میں دروازے پر آہٹ ہوئی اور میرے دل کی دھڑکنیں بے قابو ہونے لگیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے تھے۔ وہ جن کی آمد پر جسم و جان کے ریشے ریشے سے بے تاب محبتیں امڈ امڈ آتی تھیں۔ جن کے چہرۂ روشن کی ایک جھلک مجھے اپنی زندگی سے زیادہ پیاری تھی۔ وہ جن کی محبت بھری اک نگاہ میرے ہر زخم کا مرہم، ہر غم کا مداوا تھی۔ آج وہ ہستی جب تشریف لا رہی تھی تو میرا دل خوف سے پھٹا جا رہا تھا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آہستگی سے سلام کیا تا کہ جاگنے والے سن لیں اور سونے والوں کی نیند میں خلل نہ آئے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادتِ شریفہ تھی اور ان کی تو ہر عادت ہی ایسی تھی جس پر قربان ہونے کو دل چاہے۔ میں نے دیکھا کہ اب وہ نماز کی نیت باندھ چکے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ اس برتن کی جانب بڑھے جس میں دودھ رکھا جاتا تھا مگر آج تو یہ خالی نکلا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس میں کچھ نہ دکھائی دیا تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے۔ یہ دیکھنا تھا کہ میرا دل خوف سے بھر گیا اور سارا بدن کانپنے لگا۔

''ہائے میں برباد ہو گیا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لیے بددعا کریں گے۔ میری تو اب خیر نہیں۔''

مگر یہ کیا؟ میں نے غور سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرما رہے تھے:

''اے اللہ! جو مجھے کھلائے تو اسے کھلا اور جو مجھے پلائے تو اسے پلا۔''

یہ الفاظ سن کر کچھ ڈھارس بندھی۔ جان میں جان آئی۔ میں نے یہ کیا کہ چپکے سے اٹھا، ہاتھ میں چھری تھامی اور چلا بکریوں کی طرف۔ ارادہ یہ تھا کہ دودھ تو اب بچا نہیں، میں کم از کم کوئی فربہ سی بکری ہی ذبح کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھلا دوں۔ بکریوں کے پاس پہنچ کر میں نے انھیں ٹٹولا تو حیران رہ گیا۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ سب کیسے ہوا؟

جی ہاں! تینوں بکریوں کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے جبکہ کچھ دیر پہلے......؟

مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ ارے میں کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا؟

پھر میرا دل خوشی سے بھر گیا۔ میں نے جلدی سے پیالہ تھاما اور اسے دودھ سے لبالب بھر دیا۔ اوپر جھاگ آ گئی۔ میں پرجوش ہاتھوں میں دودھ تھامے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب لوٹا اور ان کے سامنے پیش کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے نوش فرمایا اور پھر میری جانب بڑھا دیا۔

میں نے جی بھر کر پیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے دوبارہ نوش فرمایا اور پھر میری جانب بڑھا دیا۔ میں نے دوبارہ پیا۔

کچھ دودھ کی شیرینی کے سبب بدن میں دوڑتی تازگی تھی، اوپر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بار بار پیش کرنے کی پیاری ادائیں اور پھر سب سے بڑھ کر یہ حیرت انگیز واقعہ......! میرا دل خوشی سے یوں باغ باغ ہوا کہ میں بے اختیار ہنسنے لگا اور ہنستے ہنستے پھر یوں لوٹ پوٹ ہوا کہ دوہرا ہو کر زمین سے آ لگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکراتے ہوئے یہ نظارہ دیکھ رہے تھے، پوچھا:

’’ارے مقداد! یہ کیا ماجرا ہے بھئی؟‘‘

اب میں نے خود کو قابو کیا اور شروع سے آخر تک کا سبھی قصہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا دیا۔

قربان جاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر، سن کر فرمانے لگے:

’’یہ معاملہ تو صرف اللہ کے فضل و کرم ہی سے ہوا۔ ہاں! اگر تم اپنے دونوں ساتھیوں کو بھی اٹھا لیتے تو وہ بھی کچھ اُس میں سے نوش فرما لیتے۔‘‘

میں نے عرض کیا: ’’یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ دیکھیے ناں! جب آپ نے پی لیا اور آپ کا بچا ہوا میں نے ہونٹوں سے لگا لیا تو اب مجھے پروا نہیں کسی اور کو ملے یا نہ ملے۔‘‘

☆☆☆

درود و سلام کے مسنون صیغے (۲۰)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’زاد السعید‘‘ کے نام سے صلوٰۃ و سلام پر مشتمل چالیس صیغے جمع فرمائے۔

حضرت لکھتے ہیں: ’’جو صیغے صلوٰۃ و سلام کے احادیث میں آئے ہیں اُن میں سے چالیس صیغے پیش ہیں جن میں سے پچیس صلوٰۃ کے اور پندرہ سلام کے ہیں۔‘‘

انہی مسنون صیغوں سے ہر ہفتے درود و سلام کا ایک صیغہ پیش کیا جا رہا ہے۔

قارئین! انھیں یاد کیجیے، روزانہ پڑھنے کا اہتمام کیجیے اور اپنے دوستوں کو بھی یاد کروائیے۔ اس طرح درود و سلام کا اجر بھی ملے گا، تلاوت حدیث کا بھی اور چالیس احادیث یاد کرنے کروانے پر ازروئے حدیث قیامت کے دن علماء کرام کے ساتھ اٹھائے جانے کی بشارت کے مستحق بھی آپ بن جائیں گے۔ کیوں ہے نا مزے کی بات؟! (مدیر)

صلوٰۃ کا بیسواں صیغہ:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ.

آسان علمِ دین کورس | بسم اللہ | سبق نمبر ۱۴

عمرہ

محمد اسامہ سرسری

آیتِ کریمہ:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۞

(سورۂ بقرہ، آیت نمبر 196)

مفہوم: اور حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا پورا ادا کرو۔

حدیثِ مبارکہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے:

اَلْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِّمَا بَيْنَهُمَا.

مفہوم: ایک عمرہ دوسرے عمرے درمیانی گناہوں کا کفارہ ہے۔

(صحیح بخاری)

مسنون دعا:

عمرے کی یہ دعا اہل اللہ سے منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُرِيْدُ الْعُمْرَةَ فَيَسِّرْهَا لِيْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ.

مفہوم: ’’اے اللہ! میں عمرے کا ارادہ کر رہا ہوں، تو اسے میرے لیے آسان کر دے اور اسے میری طرف سے قبول فرما لے۔‘‘ (مراقی الفلاح)

فقہی مسئلہ:

عمرے کے دو فرائض ہیں:

(1) احرام۔ (2) طواف۔

عمرے کے دو واجبات ہیں:

(1) صفا مروہ کے درمیان سعی۔ (2) حلق یا قصر۔

حلق یا قصر: یعنی مَردوں کے لیے افعالِ عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد سر منڈوانا یا کم از کم چوتھائی سر کے بال ایک پورے کے برابر چھوٹے کروانا۔ خواتین کے لیے حلق نہیں ہے، وہ عمرے کے بعد کم از کم چوتھائی سر کے بال ایک پورے کے برابر چھوٹے کریں۔

(الموسوعة الفقهية)

★★★

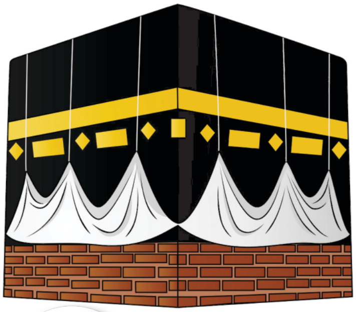

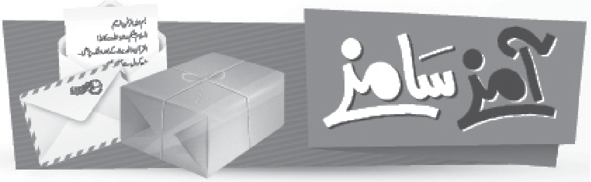

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

☆ شمارہ ۱۱۱۲ میں آپ نے ہمیں کتاب چور بننے سے منع کیا۔ اب ہم آپ کو کیا بتائیں کہ ہم تو اتنے کام چور ہیں کہ کتاب چور تو کیا کسی قسم کے چور نہیں بن سکتے۔ 'میر حجاز' بہترین جا رہا ہے۔ دانش عارفین صاحب 'مٹھائی اور ہم' کے آخر میں 'پٹائی اور ہم' لکھنے سے بچ گئے۔ علی اکمل تصور کی تحریر 'مداوا' کا خاتمہ چونکا دینے والا تھا۔ خاور جمال نے بتایا کہ جہازوں میں ایندھن بھرنے کا پیمانہ کلو میں ہوتا ہے۔ کاش ہمارے ہاں لوگوں کے کھانے کا کوئی پیمانہ ہوتا۔ یہاں تو لوگ پیمانے کی بجائے عہد و پیمان کر کے شادیوں میں جاتے ہیں کہ جو ملا سب کھا جائیں گے۔ صاعقہ علی اپنی نظم 'ساتھ میں رہنا' میں ستاروں کو کھیلنے کے لیے اپنے پاس بلا رہی تھیں۔ نظم پڑھ کر ہمیں اپنے دوست کے وہ کھوکھلے دعوت نامے یاد آ گئے جو وہ ہمیں اکثر دیا کرتا تھا لیکن جب ہم اس کے پاس جاتے تو اس کی جان نکلنے لگتی تھی۔ (محمد وقاص۔ جھنگ صدر)

ج: بالکل ممکن ہے کہ اگلی بار دانش بھائی ''پٹائی اور ہم'' لکھ دیں۔ ایک لکھاری کو کبھی چیلنج نہیں کرنا چاہیے، ایک عدد عنوان ہی تو چاہیے ہوتا ہے اسے 'کہانی' لکھنے کے لیے۔

☆ شمارہ ۱۱۰۸ کی دستک میں آپ بتا رہے تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا سامنا جانوروں کے ساتھ ہوا۔ بڑی دلچسپی سے آپ کی دستک پڑھی۔ اُن حیوانوں پر پیار آنے لگا۔ آخر میں چاچو ندیم اختر کی کتابیں پڑھنے کے لیے دل مچلنے لگا۔ ''بگلا بھگت'' ابو خنساء کے قلم سے معلوماتی تحریر اچھی لگی۔ ننھے معاذ کے والد محترم کی گرفتاری کا پڑھ کر رونا آ گیا اور سچے دل سے ان کی رہائی کے لیے دعائیں کرنے لگی۔ چاچو جاوید بسام سے درخواست ہے اس طرح کی کہانیاں لکھتے رہیں۔ (منیبہ جاوید۔ احمد آباد 18 ہزاری، جھنگ)

ج: جاوید بسام بھائی ماشاء اللہ مستقل مزاجی سے بہت اچھا لکھ رہے ہیں۔

☆ شمارہ ۱۱۱۰ آمنے سامنے دیکھ کر ہنس ہنس کر وہ حال ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ مدیر محترم سوچتے ہوں گے بھلا 'آمنے سامنے' میں کون سی اتنی ہنسی کی بات تھی۔ چلو بتا دیتے ہیں کہ وہ ہمارا خط تھا اس خط کے پوسٹ کروانے کے چند ہفتے بعد ہی ہمیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا کہ ہمارا ذہن ۱۰۹۵ سے ۱۹۹۵ مراد لے گیا تھا دعا تو کی تھی کہ یا اللہ یہ خط شائع نہ ہو لیکن شائع تو ہو گیا خیر کوئی بات نہیں مدیر محترم بھی حیران بھی ہوں گے اور ہنستے بھی ہوں گے کہ ایک تو یہ لڑکیاں حساب میں کچھ زیادہ ہی نکمی ہیں۔ سارا رسالہ ہی زبردست تھا لیکن 'آخری وار' نے دل ٹھنڈا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فلسطینیوں کا حامی و ناصر ہو اور امت مسلمہ کو قبلہ اول کی آزادی کے لیے غیرت مند بنا دیں، آمین! دستک 'اپنائیت کا احساس' اردو زبان کے دفاع پر تھا۔ 'معصوم لطیفے' کچھ اچھے تھے۔ سورج کی کرن کی 'سست تن' سے 'چست تن' تک کا سفر صرف بچوں کے لیے نہیں بڑوں کے لیے بھی مفید تھی کہ اپنے کام میں سستی بالکل نہیں کرنی چاہیے۔ 'وہی خاک کی سکندر ہے!' بھی بہت خوب صورت تحریر تھی۔ 'ارض فلسطین' دیکھ کر اپنی بے بسی پر رونا آیا۔ 'میر حجاز' سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ قربانیوں سے پر تھا۔ اللہ کفر و کفار کو خاک میں ملائے، آمین! (ع۔ ز۔ ام رمیصاء۔ پشاور)

ج: آمین ثم آمین۔ اور ہاں صرف بچیوں ہی کو حساب میں نکما کہنا ٹھیک نہیں، لڑکے ان سے زیادہ حساب کتاب میں کچے ہوتے ہیں۔

☆ مدیر چاچو! آج اتوار تھا اور میں صبح ہی سے رسالے کے انتظار میں جلے پیر کی بلی کی طرح پورے گھر میں پھر رہی تھی جیسے ہی رسالہ آیا، نفیسہ نے مجھے کہا کہ جلدی سے ڈھونڈو، کیا پتا ہمارا خط شائع ہوا ہو۔ میں نے رسالے کا آخری صفحہ کھولا اور 'آمنے سامنے' پر نظر دوڑائی اور ہماری نظر حبیبہ اور لائبہ پر آ ٹکی۔ ہم خوشی کے مارے اچھلنے لگے۔ امی نے پوچھا کیا ہوا ہمارے منہ سے صرف اتنی آواز آئی امی خط......! پھر ان سب نے تو دیکھ کر یقین کیا مگر مدیر چاچو! ہمیں تو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ کا بہت بہت شکریہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین! (حبیبہ افضل خان۔ کراچی)

ج: بس جی، اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی ہر طرح کی خدمت کے لیے راضی ہو کر بندۂ ناچیز کو قبول فرما لے، آمین!

☆ میرا اشتیاق صاحب کے ساتھ ایسا تعلق رہا کہ جب بھی ان سے کسی بات کی فرمائش کی تو انھوں نے جھٹ سے پوری کر دی۔ یار لوگ ابھی بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں اور مجھ سے ایسی توقعات وابستہ کر لیتے ہیں۔ جب میں ساہیوال کے اسپتال میں داخل تھا تو خالہ یاسمین حمید کے برخوردار محمد غوری بمشقت میرے پاس آئے۔ انھوں نے مجھ سے بہت سی گزارشات کیں جن کا تعلق آپ سے تھا۔ میں نے ضروری وضاحت کے ساتھ حامی بھر لی۔ آپ سے بات کی تو آپ نے بھرپور خوش آمدید کہا لیکن ابھی تک دور دور تک ان باتوں کا کوئی نام و نشان نہیں ہے۔ جلد باز طبیعت اب ان کے سامنے شرمندگی کا باعث بنی ہوئی ہے، کیونکہ آپ کی بات میں نے من وعن آگے نقل کر دی تھی!) اب اس سلسلے کی دوسری کڑی یہ ہوئی کہ محمد غوری کی قصص الصحابہ رضی اللہ عنہم پر لکھی جانے والی کہانیوں کی ایک کھیپ خالہ جی نے مجھے بھیج دی ہے۔ یقین جانیے ایک بار تو چکرا سا گیا ہوں۔ کیونکہ جس کی پانچ ماہ سے دعائے صحت کی درخواست نہ چھپ سکی، وہ کسی کا سفارشی کیونکر بن سکتا ہے؟ بہر کیف چھے عدد کہانیاں اور چار عدد نظمیں ارسال کر کے اپنا فرض پورا کر رہا ہوں۔ (آصف محمود قاسمی۔ سینٹرل جیل، لاہور)

ج: آپ اور دوسرے حضرات تو شکوہ شکایت کر کے دل کا بوجھ ہلکا کر لیتے ہیں بندۂ ناچیز بھلا کسے دکھڑا سنائے۔ آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے کہ زبان کی پاسداری ہونی چاہیے، لیکن جس وقت وعدہ کیا ہوتا ہے تو پاسداری کا پورا ارادہ بھی ہوتا ہے، ورنہ خود ہی سوچیے کہ کسی نے گن پوائنٹ پر تھوڑا ہی وعدہ لیا ہوتا ہے۔ جہاں تک آپ کے موازنے کی بات ہے تو حضرت رحمہ اللہ میں اور بندۂ ناچیز کے ادوار میں سہولت کا ایک بہت بڑا اور واضح فرق ہے۔ کوئی بندۂ خدا ذرا سا بھی غور کرے گا تو اسے سمجھ میں آ جائے گا کہ ایک پوری ٹیم کے ساتھ ایک ہفت روزہ ترتیب دینا بھی اتنا مشقت والا کام ضرور تھا کہ گاہے بگاہے حضرت اپنی شدید مصروفیت کے احوال دو باتیں میں لکھا کرتے تھے، نیز قارئین کے بے وقت فون اور آمد کا شکوہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ اب ذرا سوچیے کہ کام پہلے سے دوگنا ہو گیا ہے اور حلقہ قارئین بھی۔ یعنی ایک نہیں دو دو کثیر الاشاعت ہفت روزے اور نسبتاً ٹیم کوئی نہیں ہے۔ یعنی دیکھا جائے تو کام دوگنا نہیں بلکہ پانچ چھے گنا ہو گیا ہے۔ پہلے آٹھ افراد (جن میں دو نہایت باصلاحیت مدیر بھی شامل ہیں) تھے، اب اسی کام کو کرنے کے لیے صرف ایک شخص ہے، جس کے اپنے صحی عوارض ہیں، سو وہ بھولنے بھی بہت لگا ہے، تو براہ کرم درگزر فرما دیا کیجیے۔

جہاں تک محمد غوری بھائی کی تحریروں کی بات ہے تو اُن کی تحریر میں ماشاء اللہ جان ہے۔ ہر کہانی قابلِ اشاعت ہے۔ ان کے پسند کردہ قلمی نام سے تحریریں شائع ہونا شروع ہو گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب بے گناہ اسیروں کو باعزت رہائی نصیب فرمائے، جو بیمار ہیں انھیں مکمل شفایابی عطا فرمائے، آمین!

☆ 'چوہوں نے اجلاس بلایا' بہت مزے کی نظم تھی مگر چوہے کبھی کامیاب بھی ہوں گے؟ 'میں بڑا ہو کر کیا بنوں گا؟' یہ اکثر ہمارا بھی مسئلہ ہوتا ہے۔ دل چاہتا ہے ڈاکٹر بنیں مگر ڈر بڑا لگتا ہے۔ 'ان کے کوچے میں' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کی بابت پڑھ کر بے اختیار آنسو بہ پڑے۔ 'میر حجاز' اس طرز سے لکھا گیا ہے کہ ہمیں لگتا ہے کہ ہم بھی ساتھ ساتھ ہیں۔ 'آمنے سامنے' میں بھی خوب محفل سجی تھی۔ ہمارا ابھی الحمد للہ خط شامل تھا۔ ''ماحول سے مطابقت'' میں تیندوا ڈھونڈنا بہت مشکل تھا۔ خیر مل گیا۔ سانپ البتہ آرام سے مل گیا۔ چچا جان آپ کو چیل کیوں پسند نہیں؟ چچا جان! آپ کو پتا

ہے آپ کی ترغیب پر اب ہم اپنے لاہور والے چچا جان کو بھی خط لکھنے لگے ہیں جس سے وہ بہت خوش ہوئے اور انھوں نے ہمیں بھی جوابی خط لکھا، ہمیں بہت خوشی ہوئی۔ بچوں کا اسلام کی وجہ سے موبائل فون کو چھوڑ کر ہم خط لکھنے لگے۔ ازکی اپنے سارے پیسے کھا لیتی ہے جس کی وجہ سے وہ خط نہیں لکھتی خط لکھ کر مجھے دیتی کہ شائع کرا دینا پھر کہتی ہے بس مجھے نہیں شائع کرانا پیسے دے دو پھر چیز کھا لیتی ہے۔ چچا جان آپ سے دعاؤں کی درخواست ہمارے لیے بہت دعا کیا کریں۔ اور یہ ازکی والی بات بچوں کا اسلام میں شائع مت کیجیے گا، ورنہ ازکی چیز کی طرح ہمیں بھی کھا جائے گی۔ چچا جان ہمارے اس خط کو ضرور شائع کیجیے گا اور جواب بھی بڑا سارا دیجیے گا لیکن ہم نے تو کوئی سوال ہی نہیں پوچھا۔

(طیبہ راؤ۔ علی پور، مظفر گڑھ)

ج: آپ کو جواب بھی "بڑا" چاہیے تھا اور بقول آپ ہی کے سوال بھی کوئی تھا نہیں، سو ہم نے منع کرنے کے باوجود ازکی والی بات ہی شائع کردی تاکہ ازکی بیٹا آپ کو کھائے نہ کھائے، جواب بڑا ہو جائے۔ ازکی بیٹا کو بہت پیار، اسے کہیے کہ چیز بھی کھائے اور خط بھی لکھے۔

☆ میں عرصہ دراز سے رسالہ پڑھ رہی ہوں۔ اب تو میری نظر کمزور ہوگئی۔ میری پوتی مجھے رسالہ پڑھ کر سناتی ہے۔ اب بھی میں اپنی پوتی سے خط لکھوا رہی ہوں۔ اشتیاق احمد میرے پسندیدہ ادیب رہے ہیں۔ اشتیاق احمدؒ کے ناول کی پہلی قسط میری پوتی نے پڑھ کر سنائی تو وہ خوشی ہوئی کہ لفظوں میں بیان نہیں کرسکتی۔ اللہ آپ کو بہت ساری خوشیاں عطا کرے۔ آپ نے مجھے خوشی دی اللہ پاک آپ کو حج کروائے۔ آمین!

(سکینہ بی بی۔ کبیر والہ)

ج: آمین ثم آمین۔ ان دنوں یہ ہمارے لیے بہت بڑی دعا ہے۔ ہم حرمین شریفین حاضری کے لیے مستقل دعا بھی کر رہے ہیں اور وظیفہ بھی۔ تمام قارئین سے دعاؤں کی درخواست ہے۔ خصوصاً حج کی۔

☆☆☆

بدن سلسلہ

زبان اور ذائقہ

سروبارا امباکر

زبان بھی ایک پٹھا (muscle) ہے لیکن یہ دوسرے پٹھوں سے مختلف ہے۔ اس کی ایک بات تو یہ ہے کہ یہ بہت حساس ہے۔

خود ہی سوچیے کہ کھاتے وقت آپ کتنی مہارت سے جانچ لیتے ہیں کہ درمیان میں کوئی ایسی شے آ گئی ہے جسے یہاں نہیں ہونا چاہیے تھا۔ مثال کے طور پر انڈے کے چھلکے کا چھوٹا سا ٹکڑا یا ریت کا ذرہ۔

زبان بڑی اہم چیزوں میں حصہ لیتی ہے، مثلاً بولنا یا چکھنا۔

جب آپ کھاتے ہیں تو زبان کسی دعوت کے مضطرب میزبان کی طرح اِدھر اُدھر چکر کاٹ رہی ہوتی ہے۔ ہر لقمے کو آگے دھکیلنے سے پہلے اس کی ساخت اور ذائقے کی پڑتال کرتی ہے، اور جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ زبان ذائقے کے (buds) سے بھری ہوئی ہے۔ یہ ریسپٹر خلیات ہیں جو زبان کے ابھاروں پر پائے جاتے ہیں اور تین قسم کی شکلوں میں ہیں۔ گول، کھمبی کی طرح اور پتے کی شکل کے۔ یہ ہمارے بدن میں سب سے جلد دوبارہ بن جانے والے خلیات میں سے ہیں اور یہ ہر دس روز میں نئے بن جاتے ہیں۔

برسوں تک نصابی کتابوں میں زبان کا نقشہ دکھایا جاتا رہا۔ اس میں زبان کے مختلف علاقوں کو خاص ذائقے چکھنے سے منسوب کیا جاتا تھا۔ مٹھاس زبان کی نوک پر، کھٹاس اطراف میں، کڑواہٹ پچھلی طرف۔

اس نقشے کا سرا ۱۹۴۲ء میں لکھی گئی کتاب سے ملتا ہے جو ہارورڈ سے تعلق رکھنے والے ایڈون بورنگ نے لکھی تھی، اور ان کا ایسا لکھنے کی وجہ ایک جرمن زبان میں لکھا سائنٹفک پیپر تھا جو اس سے چالیس سال پہلے لکھا گیا تھا۔ دراصل بورنگ کو اسے سمجھنے میں غلطی ہوئی تھی۔

ہمارے پاس ذائقے کی تقریباً دس ہزار کلیاں (buds) ہیں۔ یہ پوری زبان پر پھیلی ہوئی ہیں سوائے اس کے بالکل درمیان کے۔ یہاں پر یہ موجود نہیں۔ اس کے علاوہ اضافی buds منہ کی چھت پر ہیں اور گلے میں بھی۔ اس وجہ سے کچھ ادویات کو جب ہم نگلتے ہیں تو کڑواہٹ کا احساس ہوتا ہے۔

منہ کے علاوہ ذائقے کے ریسپٹر آنتوں اور گلے میں بھی ہیں۔ یہ خراب یا زہریلے کھانے کو پہچاننے کے لیے ہیں لیکن یہ دماغ کے ساتھ ویسے منسلک نہیں جیسے منہ کے ریسپٹرز۔ یہ دماغ تک سگنل تو پہنچاتے ہیں لیکن ذائقے کا احساس پیدا نہیں کرتے، اور یہ اچھی بات ہے۔ کیونکہ ہم شاید وہ نہ چکھنا چاہیں جو ہماری آنت چکھ رہی ہے۔ اس کے علاوہ یہ ریسپٹر پھیپھڑوں اور دل میں بھی پائے گئے ہیں۔ کسی کو ابھی تک معلوم نہیں کہ یہ یہاں پر کیا کر رہے ہیں۔

یہ لبلبے کو بھی سگنل بھیجتے ہیں تاکہ انسولین کی آوٹ پٹ کو ایڈجسٹ کیا جا سکے۔

عام طور پر یہ خیال ہے کہ ان ریسپٹرز کی دو وجوہات ہیں۔ ایک یہ کہ ہمیں غذائیت سے بھرپور خوراک کی پہچان ہو سکے (مثلاً میٹھے اور پکے ہوئے پھل) اور خطرناک سے بچا جا سکے لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ بھی کہنا پڑے گا کہ ذائقہ اس بابت ہماری بہت اچھی راہنمائی نہیں کرتا۔ اس کی ایک مثال ۱۷۷۴ء کی ہے۔ مشہور مہم جو جیمز کک بحرِ الکاہل میں اپنے دوسرے سفر میں تھے۔ ان کے عملے کے ایک شخص نے موٹی تازی ایک مچھلی پکڑی۔ اسے پکا کر کپتان اور دو افسروں کو دیا گیا۔ انھوں نے تھوڑی سی چکھ کر اسے اگلے دن کے لیے سنبھال لیا کیونکہ وہ پہلے ہی کھانا کھا چکے تھے، اور یہ ان کی بڑی خوش قسمتی تھی۔

اس رات ان تینوں کو شدید کمزوری محسوس ہوئی، اور پھر کئی گھنٹے تک وہ تینوں اس قدر مفلوج رہے کہ ایک پینسل تک نہ اٹھا سکتے تھے۔

پھر ان تینوں کو جلاب دیے گئے تاکہ معدہ صاف ہو جائے۔ یہ قسمت کے دھنی تھے کیونکہ انھوں نے جو مچھلی کھائی تھی، وہ پفر فِش تھی۔ اس میں ایک زہر ٹیٹروڈوٹوکسن موجود ہے جو سائی نائیڈ سے ہزار گنا طاقتور ہے۔

پفر فِش اپنے زہر کے باوجود جاپان میں ضیافتِ خاص ہے۔ یہاں اس کو فوگو کہا جاتا ہے۔ اس کو پکانا چند خاص تربیت یافتہ باورچیوں ہی کا کام ہے۔ یہ پکانے سے پہلے مچھلی کا جگر، آنتیں اور کھال بڑی احتیاط سے الگ کرتے ہیں۔ یہ وہ جگہیں ہیں جہاں زہر پایا جاتا ہے، لیکن اس میں غلطی ہوسکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جاپان میں ہر سال اوسطاً ایک شخص کی ہلاکت فوگو کھانے سے ہوتی ہے۔

فوگو کے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ جب تک اس کے مضر اثرات سامنے آتے ہیں، بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔

اور زیادہ تر زہریلی چیزوں کے ساتھ ایسا ہی ہے۔ بیلا ڈونا اور نائٹ شیڈ سے لے کر فنگس تک بہت سی خطرناک چیزوں کے خلاف ذائقے کے یہ ریسپٹرز ہمیں خبردار نہیں کرتے۔ بطورِ دفاع، ذائقے کا احساس بہت قابلِ اعتبار نہیں۔ ●●

برائے غزہ

پاک ایڈ ویلفیئر ٹرسٹ

PAK AID WELFARE TRUST
TOGETHER WE CAN MAKE A DIFFERENCE

رمضان

افطار پروجیکٹ

کھجور	جوس	ایک افطاری پیکج	دہی	سینڈوچ

رمضان افطاری پیکج کے لیے ٹرسٹ کو عطیات دیجئے

5.$ یو ایس ڈالر

ٹرسٹ کو دیے جانے والے تمام عطیات انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں

ماہ مبارک میں اپنے لیے ثواب اور اپنے پیارے مرحومین کے لیے ایصال ثواب کا سامان کیجیے

A/C Title: **Pak Aid Welfare Trust** A/C No.: 3048301900220720
Bank: **FAYSAL BANK** Swift code.: **FAYSPKKA** IBAN: **PK28FAYS3048301900220720**
+92300-050 9840 | +92300-050 9833 | www.pakaid.org.pk